

تعلیم و تربیت

ستمبر 2011



مسخرہ

ایک دل گداز کہانی

صفحہ: 8

Paksociety.com



# دل چسپ اور سبق آموز کہانیاں

... یاد سے بچنے کے لیے باری باری کہانیاں ...



www.paksociety.com

- پنجاب: 60 شاہراہ قائد اعظم، لاہور 042-111-626262
- سندھ اور بلوچستان: بجلی منزل، مہراں ہائیکس، مین کلفٹن روڈ، کراچی 021-35867239 - 35830467
- خیبر پختونخوا اسلام آباد، آزاد کشمیر اور قبائلی علاقے: 277 پٹا اور روڈ سدا اول چٹائی 051-5124970 - 5124897



ہمارے شہر میں آپ کے لیے انجیلی اور عربی اور دیگر

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ  
لاہور - راولپنڈی - کراچی

Paksociety.com



# تعلیم و تربیت

بچوں کا  
محبوب رسالہ

رکن آل پاکستان نوجوان صحافتی

71 سالہ بااقتدار ادارہ

پاکستان میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا

اگر شے ہے

ستمبر 2011

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ !

11 ستمبر 1948ء کو بنی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح ہم سے جدا ہوئے تھے۔ پیارے قائد کا ہر عمل اور ہر قول ہمارے لیے مشعل رہا ہے۔ ان کے فرمودات پر ہم بچے دل سے عمل کریں تو خدا اور وطن جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ قائد سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے افکار پر عمل کریں اور ہم پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

ہم ہر سال 6 ستمبر کو صبح 5 بجے "سائمن" ملتے ہیں۔ یہ دن ان سے ہے۔ 46 سال قبل ہمارے لڑکی دشمن نے ہمیں کم اور کچھ کر رات کے اندھیرے میں ہم پر ہتھکڑیاں لگا کر دیا تھا۔ پاک فوج کے جوانوں نے سب مثال برآت و بیداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کو جیسا کہ توڑ جواب دیا تھا کہ وہ اپنے فوجیوں کی لاشیں اور سفارشات میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ہم و قلم کے حوالے سے تحریری اس سلسلے میں مثال ہیں۔

چند سال قبل ہم نے دو نئے سلسلے "کھنچ لگائیے" اور "عقلم عقلم" شروع کیے تھے۔ ان سلسلوں کو آپ بے حد پسند کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ سلسلے جاری رہیں گے۔ ہاں اب اس سلسلے "بھری زندگی کے مقاصد" کے بارے میں کچھ رہنمائی کی جائے ہے کہ یہ پور ہوتا چاہا ہے اور اسے بند کر کے کوئی نیا سلسلہ شروع کیا جائے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ اپنا رائے دیجئے تاکہ اس سلسلے کو جاری رکھنے یا بند کرنے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

جب یہ شمار آپ کو ملے گا عید الفطر کی آمد آ رہی ہوگی۔ عید کی خوشیوں بھری ساعتوں میں غریب و یتیم لوگوں کو مت بھولیں گے۔ ان لوگوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کیجئے گا۔ بھاری طرف سے عید کی مبارکباد قبول کریں۔

اب آپ اس ماہ کا رسالہ پڑھیے اور اپنی آراء و تجاویز سے آگاہ کیجئے۔

مخلصانہ تحفہ، شہزادہ علی شاہ، لاہور۔

اور بہت سے دل چاہنے والے اور سلسلے

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

عید الفطر

عید الفطر

عید الفطر

عید الفطر

عید الفطر

یہ سب تحریریں

ملاحظہ فرمادیں اور اپنی رائے اور تجاویز سے آگاہ کیجئے۔

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

سرورق: مسٹر

شہزادہ علی شاہ، لاہور۔

شہزادہ علی شاہ، لاہور۔

شہزادہ علی شاہ، لاہور۔

شہزادہ علی شاہ، لاہور۔

Paksociety.com



رسول احمد محمد مدنی

## درس قرآن و حدیث

### ذکر کی فضیلت

فرشتے جواب دیں گے انہوں نے جہنم نہیں دیکھی پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو گا؟ فرشتے عرض کریں گے کہ وہ جہنم کو دیکھ لیں تو وہ اس سے ڈر بھاگیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تم کو گواہ بنا کر ان سب کو نکلتا ہوں۔ اس پر ایک فرشتہ عرض کرے گا کہ فلاں شخص جو کسی کام کے باعث وہاں آگیا تھا اور ذکر کی محفل میں بیٹھ گیا تھا، کیا وہ بھی بخشا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے گا وہ بھی عروم نہیں رہے گا۔ ذکر الہی کی فضیلت کے حوالے سے یہ دو احادیث بھی قابل غور ہیں۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ہر شخص کے دل میں دو گھر ہوتے ہیں ایک میں فرشتے اور دوسرے میں شیطان رہتا ہے۔ جب تک اللہ کی یاد میں رہے، شیطان پہاڑ جتنا بڑا ہے، لیکن جوں ہی انسان ذکر الہی سے غافل ہوا، شیطان اس کے دل میں دوسرے گھر شروع کر دیتا ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ کا ذکر نہیں کرتا، وہ لوگوں کی مثال زندقہ اور سرورہ کی ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے والا زندقہ اور نہ کرنے والا سرورہ ہے۔

(بخاری و مسلم)

یاد رہے پچھلا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور ایسی مجلسوں میں بیٹھنے والے، ایک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کرنے والے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہیں۔ ان کے اس عمل سے بھی اللہ ان کی بخشش فرماتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور ایسی مجلسوں اور لوگوں کے پاس جہیں جو ذکر الہی سے معطر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۃ القہف آیت ۲۸) ”اور اپنے نفس کو بھی لوگوں کے ساتھ ہاندھے رکھ دو۔“ لیکن شام اپنے رب کو پہنچتے ہیں اس کی رضا مندی کے لئے اور میری آنکھیں ان سے تھوڑی کر رہیں۔“

یاد رہے پچھلا اس آیت کے علاوہ بھی قرآن مجید میں بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں ذکر الہی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے، اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے اور مصائب پر صبر کرنا بھی ذکر الہی میں شامل ہے۔

بخاری و مسلم شریف میں ایک طویل حدیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتے جب کسی ایسی محفل میں جاتے ہیں جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے تو فرشتے اہل محفل کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ فرشتے اس محفل سے جب اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں تو اس محفل کا احوال بیان کرتے ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھ لیں تو وہ اور زیادہ عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ پھر سوال کریں گے کہ وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر سوال کریں گے کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو گا؟ فرشتے کہیں گے کہ وہ جنت کی زیادہ شدت کے ساتھ طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ وہ کس چیز سے پتہ چلتے ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ وہ جہنم کی آگ سے پتہ چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا انہوں نے جہنم دیکھی ہے؟



پہلی تصویر



درد..... یہ درد..... یہ درد مجھے چہنہ نہیں دے گا۔" یہ افضل تھا۔ وہ کبھی اپنی کنٹینر کو مسلاتا تھا اور کبھی گردن کے پھٹوں کو دھباتا تھا۔ درد کی شدت اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔ اور مجھے اس کی حالت پر تکلیف ہو رہی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ کال میرے پاس کوئی دوا ہوتی اور میں یہ دوا اپنے اس دوست کو دے دیتا اور اسے اس درد سے نجات مل جاتی، لیکن میرے پاس ایسی کوئی دوا موجود نہیں تھی۔ اور اگر ہوتی بھی تو میں افضل کو یہ دوا دینے کے قابل نہیں تھا۔ کہیں کہ میں ڈاکٹر نہیں تھا۔ ہاں اس شعبے سے میری وابستگی ضرور تھی۔ میں ادویات بنانے والی ایک کمپنی میں ملازم تھا۔ کمپنی جو ادویات بناتی تھی میں ان کی تشحیر کے لیے شہر، شہر، گاؤں، گاؤں ڈاکٹروں کے پاس ان کے کلینکوں میں جاتا تھا۔ ابتدائی طور پر ادویات کی فراہمی ملت ہوتی تھی۔ اس لالچ میں ڈاکٹر مضرات ہماری کمپنی کی ادویات اپنے مریضوں کو تجویز کرتے تھے۔ افضل سے میری ملاقات ایک ڈاکٹر کے کلینک پر ہوئی تھی۔ ہم تقریباً دس سال کے بعد مل رہے تھے۔ میں نے افضل کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ آخر ہم بچپن کے دوست جو تھے۔ ہم ایک ساتھ اسکول جاتے تھے۔ میں جب افضل کو لینے اس کے گھر جاتا تھا تو اس کی امی زبردستی افضل کے ساتھ مجھے دوبارہ ملاشتہ

کر دیا کرتی تھیں۔ افضل نور اس کے گھر کے ساتھ میری بہت اچھی پارسی وابستہ تھیں۔ پھر میرے ابو کا چلاؤ دوسرے شہر ہو گیا اور یوں ہم جدا ہو گئے۔ پہلے تو غلطی کے ذریعے ہمارے درمیان رابطہ رہا۔ پھر زندگی کی تیز رفتاری نے ہم سب کو الگ کر دیا۔ آجے عرصے بعد ہم دونوں کی یوں اچانک ملاقات ہوئے۔ اسے اسے خوشی کا باعث تھی، لیکن افضل کی تکلیف نے اس خوشی کو پیسا کر دیا تھا۔ کلینک پر مریضوں کا کھوم تھا، لیکن میری سفارش پر ڈاکٹر نے افضل کو ترجیح دی۔ اس کا بلڈ پریشر ٹینک پر لگا کر ضروری خوراک لے۔ ایک گھنٹے کے بعد ہمیں نتیجہ مل گیا۔ افضل ہر لحاظ سے شکوہ مست تھا۔ پھر اس کے سر کا درد کچھ ختم نہیں ہوتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے زیادہ مجھے الگ دیا تھا۔ ڈاکٹر نے افضل کو چند ادویات تجویز کر دی تھیں۔ میں جانتا تھا کہ ان ادویات میں دوائی اور دماغ کو سکون اور تیند لانے والے اجزاء شامل ہیں۔ یہ سب دقتی مانج تھا۔ بیماری اپنی نگاہ پر موجود تھی۔

"تمہیں یہ درد کب سے ہے؟" میں نے افضل سے پوچھا۔

"کب تو یاد بھی نہیں رہا کہ کب سے درد ہے۔ ڈاکٹر تو

نے درد کش ادویات دے دے کر میری حالت مزید خراب کر

دی ہے، اب تو میں کچھ کوری سوچ رہا ہوں۔"

صفحہ 111



تین بیٹوں کی پرورش کی تھی۔ اور اب افضل کہہ رہا تھا کہ میں  
ہمارے ساتھ نہیں رہتی۔

”بلو! چلتے ہیں ہمیں ام ہو رہی ہے۔“

میں اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ افضل بول چال میں  
خاموشی سے اس کے ساتھ چل چلا میرے پاس کھینچی کی  
طرف سے ملی منور ہائیک تھی۔ افضل میرے پیچھے بیٹھ گیا اور  
پھر میں اس کے چائے ہوئے راستے پر چلے لگا۔ شہر سے نکلنے ہی  
سریز کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دور سے ہمیں ایک درخت  
پر ہلر رنگ کا ایک جھنڈا اُپر اُپر نظر آ رہا تھا۔ یہ بابا جی کا  
آستین تھا۔ بابا ایک درخت کے نیچے آسن چائے بیٹھا تھا۔ اس  
کی توجہ ضرورت سے زیادہ باہر تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی بابا  
نے ایک لغز بند کیا۔

”آپ۔۔۔ آ۔۔۔ اور تم۔۔۔ تم دور چلی جاؤ۔۔۔ ورنہ میں  
تمہیں جلا کر خاک کر دوں گا۔“

افضل نے مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ شاید وہ بابا  
کے لیے سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔

”بابا جی! آپ کس کو جانے کی بات کر رہے ہیں؟“ میں  
نے پوچھا۔

”مجھے میں نے اس آدمی کے تعاقب میں چند چڑیلیں دیکھی  
ہیں۔ میں ان چڑیلوں کو دھتکار رہا تھا۔ آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔۔۔  
اب تم محفوظ رہو۔“ پھر ہم بابا کے پاس چٹائی پر بیٹھ گئے۔

”بابا جی! آپ تو آنکھوں والے ہیں۔ میرا درد دور کر  
دیجئے۔ اس درد نے میری جان بچا۔ اب میں ذلیل رہی ہے۔“  
افضل نے اپنا ڈکھ بیان کیا۔

”ہم سب جانتے ہیں بچہ۔۔۔ سائے تمہارا تعاقب کر  
رہے ہیں۔ ہم ٹھل کریں گے۔ حصار کھینچی کو سات دنوں تک  
ہم وکیلہ پڑھیں گے تو پھر تمہاری زندگی کے لئے دور کا آغوش  
ہو گا۔ غم کے ہاول چھٹ جائیں گے۔ نئی صبح طلوع ہو گی اور  
پھر روشنی ہو گی۔“

”بابا جی! ایسا ہو گیا تو میں آپ کو اپنا ہی مان لوں گا۔ اپنا  
مرشد بنالوں گا۔“

”کیا مطلب۔۔۔ کیا سوچ رہے ہو؟“ میں چونک پڑا۔

”میرے کسی دشمن نے مجھ پر کاٹا چارو کر دیا ہے۔ چارو  
جب سر پر اتر ہوتا ہے تو شب ہی درد ہوتا ہے۔“

اس کی بات سن کر میری فہمی چھوٹ گئی۔ لیکن پھر میں فوراً  
سی خیر ہو گیا۔

”یہ حقیقی نہیں ہے۔ شہر سے باہر ویرانے میں ایک بابا جی  
رہتے ہیں۔ ان کے ایک دوست نے مجھے بتایا ہے کہ وہ بابا جی  
بہت کرمات رکھتے ہیں۔ وہ کرم پڑھ کر ایک پھونک ماریں گے  
تو درد رفع ہو جائے گا۔“ افضل کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔

”تو پھر کب جا رہے ہو؟“ میں نے پوچھا۔  
”کل جاؤں گا۔۔۔“

”تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔۔۔“  
”ٹھیک ہے۔۔۔“ افضل فوراً ہی مان گیا۔

”میں کل ٹھیک تین بجے تمہارے گھر آ جاؤں گا۔ پھر بابا  
جی کی کرمات بھی دیکھ لیں گے۔“

پھر میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب ہم اس گھر میں نہیں رہتے۔ اب ملت روڈ پر ہمارا  
گھر ہے۔“ پھر افضل نے مجھے اپنے لئے گھر کا پتا سمجھا دیا۔

اگلے دن ٹھیک وقت پر میں افضل کے گھر کے سامنے کھڑا  
تھا۔ یہ ایک منزلہ سا مکان تھا۔ جو ملت روڈ سے قدرے  
ہٹ کر واقع تھا۔ افضل مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور گھر کے  
اندر آنے کی دعوت دی۔ میں اس کی ای کے لیے تھلے کر  
آیا تھا لیکن اسی وقت گھر میں موجود نہیں تھیں۔ افضل کے بیچے  
گھر کے کچن میں کھیل رہے تھے، اور اس کی بیوی باورچی خانے  
میں کام کر رہی تھی۔

”اے کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”اے ہمارے ساتھ نہیں رہتی۔۔۔“

افضل کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا تھا۔ میں پہلے حیران ہوا  
پھر پریشان ہو گیا۔ کیوں کہ میں جانتا تھا کہ افضل کے ابو اس  
کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ افضل کی اہی کو کپڑوں کی  
سلائی کا پھر آتا تھا انہوں نے بڑی محنت سے اپنے ایک بیٹے اور



درو دیوار میرے آٹھا تھے۔ اور میں چلا جا رہا تھا اس کی گھڑی طرف جہاں رہنے والوں سے میری شناسائی تھی۔ جہاں میرا بچپن گزرا تھا۔ جہاں میرے دوست کی ماں رہتی تھیں۔ میرے دوست کی بہنیں رہتی تھیں۔ وہ میری بھی ماں تھیں۔ وہ میری بھی بہنیں تھیں۔ اور اب دیکھتا یہ تھا کہ ان کی آنکھوں میں بھی میرے لیے شناسائی کی چمک موجود ہے یا نہیں۔

اور پھر میں اپنی ماں کے گھر کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس گھر کے درو دیوار پہلے سے زیادہ بوسیدہ ہو چکے تھے۔ مجھے گھر کے اندر زندگی کی گہما گہما محسوس ہو رہی تھی، لیکن میں دروازے پر دستک دینے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ دس سال کے عرصے میں شاید وہ لوگ مجھے بھول گئے ہوں۔ شاید میرا چہرہ تبدیل ہو گیا ہو۔ اگر میری ماں مجھے شناخت نہیں کر پائے گی تو مجھے کتنا دکھ ہو گا۔ عجیب و غریب سوالات نے مجھے اپنے گھر کے میں لے لیا تھا۔ اور ان سوالات کا جواب صرف ایک دستک تھی۔ جو میں نے دروازے پر دے ڈالی تھی۔

"کون ہے؟" یہ میری ماں کی آواز تھی۔ اس آواز میں شکایت تھی۔ اور پھر دروازہ کھل گیا۔ سامنے میری ماں کھڑی تھیں۔ ان نے چند لمحوں تک اجنبیت سے میری طرف دیکھا۔ پھر ان کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک آگئی۔

میرا بچا۔ میرا دل۔"

ماں مجھ سے بہت کر رونے لگی۔ جانے کیوں وہ رونے جا رہی تھی۔ جانتے کیوں میری آنکھوں کے کنارے بھی ہلکے گئے تھے۔

"اسی کون آ رہا ہے۔ کیا یہ وہی افضل آئے ہیں؟" اندر سے بہنیں آواز لگا رہی تھیں۔

"ہولی بنا آیا ہے، افضل آئے یا ولی آئے، بہت ایک ہی ہے۔" ماں مجھے بازو سے پکڑ کر گھر میں لے گئی۔ مہین میں تین لڑکیاں کڑھائی کا کام کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے چادرؤں سے اپنے سر احاطہ لیے۔ جب میں انہیں میں اس گھر میں آتا تھا تو مجھے راحت ملتی تھی، سکون ملتا تھا لیکن اس گھر کے حالات دیکھ کر اب میرے دل پر بوجھ بڑھنے لگا تھا۔ شاید

بابا نے افضل کے سامنے جو خرابی تصور کھینچی تھی۔ اسے دیکھ کر افضل خوش ہو گیا تھا۔ افضل کی بات سن کر بابا ہنس پڑا۔ اور پھر اس نے اپنے عمل کا آغاز کیا۔ اس نے آگ میں سے کچھ راکھ کی ایک چٹکی بھری اور اس راکھ کو افضل کی پیشانی پر مل دیا تھا۔ افضل کی کن پٹیوں کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے ایک انگلی کی مدد سے پکڑ لیا اب وہ کچھ پڑھ رہا تھا اور میں خاموش بیٹھا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ دنیا میں دو قسم کے علم ہوتے ہیں۔ ہائی ان علوم کی شاخیں ہیں۔ ایک علم فوری ہے۔ دوسرا علم ہماری ہے۔ فوری علم سے مراد وہ علم ہے جو خدا نے انسان کو دیا ہے۔ اسی علم کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اور ہماری علم سے مراد آگ کا علم یعنی شیطان کا علم ہے۔ اس علم سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں ناچاننا خواہشات نے گھر کر رکھا ہو۔ اس وقت وہ بابا بھی کالا علم پڑھ رہا تھا۔ اور میرا دم گھٹ رہا تھا۔ افضل کہتا تھا کہ مجھ پر کسی نے کالا چادر کر دیا ہے۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کر زور اپنی سوز بانٹیک کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ میں دیکھ رہا تھا عمل ختم ہونے کے بعد افضل نے بابا کو پانچ سو روپیہ دیا تھا۔ بابا کسی بات پر ٹھکرار کر رہا تھا۔ پھر افضل میرے پاس لوٹ آیا۔ اس کی پیشانی پر ابھی تک راکھ لگی ہوئی تھی۔

"بابا کیا کہہ رہا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سات دن کے عمل کا مجھ سے پانچ ہزار روپیہ مانگ رہا ہے۔"

"تو پھر تم نے کیا سوچا؟" میرا لہجہ سوالیہ تھا۔

"دس دن کا، اگر بابا کے عمل سے مجھے خوشی ملتی ہیں تو مجھے اور کیا چاہیے۔" افضل کی بات سن کر مجھے غصہ آ گیا۔

"کیا تمہارے سر کا درد ٹھیک ہوا ہے؟"

"نہیں۔۔۔ ابھی تو نہیں۔۔۔" افضل بولا۔

پھر صبر و ادب کا سفر شروع ہوا۔ افضل کو میں نے اس کے گھر کے سامنے اسٹار دیا، لیکن میرا سفر ابھی باقی تھا۔ دس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا، جب میں اس شہر سے رخصت ہوا تھا، لیکن یہ شہر میرے لیے اب بھی نہیں تھا۔ میں اس شہر کی گلیوں اور بازاروں سے ابھی طرح واقف تھا۔ اہل شہر کے



شدت بعد ماں کو کوئی اچھا نہ تھا۔ اور اب اس کے دل میں موجود تمام دکھ اور درد ایک سیلاب کی صورت میں بہہ نکلے تھے۔ فلم کی شدت زیادہ بڑھی تو ماں کو پکڑ آگیا۔ ایک لمبے میں ان کا چہرہ زور ہو گیا تھا۔ پھر ان کے حواس مستعل ہو گئے۔ میرے اپنے ہاتھ و پاؤں گھٹے تھے۔ تینوں ٹکڑوں دوری تھیں۔ چیخ رہی تھیں۔ میں نے فوراً اپنا موبائل فون سنبھال لیا۔ لٹیک چندرہ صحت کے بعد آگئی تھی۔ پھر انہیں ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔ دوسرے دن میں فوراً والد ملی امداد کا عمل شروع ہوا۔ پھر ماں کو دل دوار میں منتقل کر دیا گیا۔ اب میں ملو کو کوس رہا تھا۔ شاید مجھے دیکھ کر ماں کے دھڑکنا کا عالم مزید بڑھ گیا تھا۔ اور یوں جلد پر پٹری کی جڑی نے دل کے ساتھ ساتھ گردوں کے نظام کو بھی متاثر کیا تھا۔ وہ رات میں تے ہسپتال میں گزاری۔ ماں کی حالت سنبھل نہیں رہی تھی۔ اور میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں افضل کو ماں کی حالت کی اطلاع دوں۔ میں ساری کہانی سے آگاہ ہو چکا تھا۔ افضل ایک عمارت میں تھا۔ وہ مشکل میں اپنی ماں کو بے سہارا چھوڑ گیا تھا اور ان کے لئے کی یاد نے ماں کو موت کی سرحد پر لا کھڑا کیا تھا۔ ایک قدم اور زندگی اور ایک قدم اور موت تھی۔ پھر میں ماں کے پاس واپس میں چلا آیا۔ وہ غنودگی کی حالت میں تھیں۔ میں نے ان کی پوچھائی پر ہاتھ رکھا۔

"افضل بھائی اگوت آؤ۔۔۔" ماں نے کراہتے ہوئے مشکل سے کہا۔ اب میرا دکھ مشکل تھا۔ میں نے اپنی سوار ہانگ سنبھالی اور افضل کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب میں افضل کے گھر پہنچا تو کچھ کے آگے جا رہے تھے۔ دنگ کے جواب میں ہانگ صحت کے بعد افضل گھر سے باہر لگا اس نے ایک کپڑے سے اپنا سر ہاندھ رکھا تھا۔

"کیا پھر سے درد ہو رہا ہے؟" میں نے اپنے بھائی پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں ساری رات سو نہیں سکا۔۔۔ یہ درد تو میری جان لے کر چھوڑے گا۔۔۔"

"میں تمہارے درد کا علاج اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" افضل حیران رہ گیا۔

"مجھے کل شام ایک مرشد ملا ہے۔ بہت کر لالت والا مرشد ہے۔"

"مجھے فوراً ان کے پاس لے چلو۔۔۔" افضل بے چین ہو گیا۔

"آئی لیے تو آیا ہوں، کچھ میرے ساتھ۔۔۔"

"وہ مرشد کہاں رہتا ہے؟"

"ایک ٹولے ہوئے گھر میں رہتا ہے۔"

"کیا اس کے ہاتھ سے مجھے شفا ملے گی؟"

"آئی کے ہاتھ میں تو شفا ہے۔"

"تمہاری ہاتھ میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

افضل واقعی کچھ سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ اور پھر اس کی حیرت میں اس وقت مزید اضافہ ہو گیا۔ جب ہم ہسپتال کے سامنے پہنچے۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

"اس مرشد کی طبیعت اچانک گلاب ہو گئی تھی۔ لیکن تم گھر مت کرو۔ تمہیں شفا ملے گی۔۔۔" میرا لہجہ بہت مضبوط تھا۔ افضل مطمئن ہو گیا۔ ہم دو دو داہیاں عبور کرتے ہوئے دل وادرا کے سامنے پہنچ گئے۔ لیکن جیسے ہی ہم وادرا میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر نے مجھے گھر لیا۔

"جیسا آپ کے مریض کی حالت خراب ہے۔ یہاں ہم سے جو ہو سکا ہم نے کیا۔ پھر ہو گا کہ آپ اپنے مریض کو دوسرے شہر دل کے ہسپتال میں لے جائیں۔"

"آپ کی بہت مہربانی۔ میں انتظام کرتا ہوں۔۔۔" میں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔

"مرشد کہاں ہے؟" افضل میرے مریض سے لا تعلق نظر آ رہا تھا۔

"آؤا میرے ساتھ۔۔۔" میں افضل کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھا اور پھر اسے ماں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ماں کو مصنوعی سانس دیا جا رہا تھا۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ ایک لمبے میں افضل کا چہرہ عیاں کیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا





”ہاں..... وقت بہت کم ہے۔۔۔“ افضل اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ہم وارڈ سے باہر نکل آئے۔ افضل نے اپنے سر پر بندھے کپڑے کو کھول دیا تھا۔

”کیوں کیا ہو؟ درد ختم ہو گیا ہے کیا؟“ میرا ہیچ سوال یہ تھا۔

”خیر ہے یار۔۔۔ میرا درد بغیر کسی دوا کے اچانک ہی جاتا رہا ہے۔“ میں مسکراتے لگا۔ میں جانتا تھا افضل کا مرض جسمانی نہیں نفسیاتی تھا۔ اس نے اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ اپنے اس فعل کا سماں اسے ملنے نہیں لینے دیتا تھا۔ میں نے اپنی دانست میں اس کا اسباب علاج کیا تھا۔ پھر میں ہنسے ہوا۔

”پھر کون۔۔۔؟“

”جو درد ملائے۔۔۔“ افضل بھی ہنس پڑا اور میں نے ایک مسرت بھرا منظر دیکھا۔ افضل کی عینوں کچھیں دلوں دہری میں دوڑتی آرہی تھیں۔ وہ اپنے بھائی سے لپٹ گئی تھیں۔ آخر ایک عرصے بعد انھیں اپنا بھائی ملا تھا۔ اور آنسوؤں کا کیا ہے خوشی ہو یا غم یہ آنکھوں میں اپنی جگہ مایا لیتے ہیں۔

☆☆☆

تھا کہ اس کی ماں اسے اس حالت میں ملے گی، افضل کو خبر آ گئی تھی کہ یہ زندگی اور موت کی سرحد ہے۔ قریب تھا کہ افضل لو کھڑا جاوے، لیکن اس نے اس چڑکا سہارا لے لیا جس پر اس کی ماں لیٹی ہوئی تھی۔ اب اسے اپنے اٹال یاد آرہے تھے۔

ماں کی محبت کتنی بے لوث تھی۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا۔ جانے وہ کون سا جذبہ تھا جو پارے کی مانند اس کے خون میں دوڑا اور پھر اس کی آنکھیں بھریں گئیں۔ آنسوؤں کے چند قطرے اس کی ماں کے قدموں پر گر پڑے۔ اپنے خون میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ ماں کے رونا۔ افضل اس کی آنکھوں کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ نگاہت سے بولیں:

”چنا افضل! آگے ہو۔۔۔ اچھا کیا۔۔۔“ پھر انہوں نے آنکھیں موند لیں۔ افضل نے ماں کے قدم پکڑ لیے پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کے دل کا سارا غم آنسوؤں کے راستے نکل گیا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

”الہو! ہمارے پاس وقت کم ہے۔ ہمیں ماں کو دل دالے ہسپتال لے کر جانا ہے۔“





نوشتہ عادل

انہیں واقعی مسخرہ بھانڈو اور کئی ملاں سمجھ رہے تھے۔ وہ فن کار صحیح گیارہ بجے سے یہاں موجود تھے اور آنے والے بچوں کی توجہ اپنی حرکات سے اپنی جانب مبذول کر رہے تھے۔ کبھی وہ اچھٹے گتے، کبھی تالیاں بجاتے اور کبھی رقص کر کے بچوں کو اپنی جانب راغب کرتے تھے۔

پھر مسخرہ وہاں سے نکل کر ایک طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے وہ اس طرف آگیا، جہاں داس دوڑ بنے ہوئے تھے۔ وہ ایک بڑی سی دیوار کے پاس آکر رک گیا۔ ایک طرف قد آدم آئینہ دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اس میں خود کو سر سے پاؤں تک دیکھا جاسکتا تھا۔

مسخرہ آئینے کے مقابل کھڑا ہو گیا اور یہ غور خود کو دیکھنے لگا۔ لہجے کے اندر موجود لڑکے کو آئینے میں ایک مسخرہ دکھائی دے رہا تھا، جس نے رنگین اور بے اسطے سے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ جس کے ہاتھ سبز بال گولائی میں بنے ہوئے تھے۔ سفید چہرے پر پگھلے ہنسی سرسٹانگ نے وہی سی کسر پوری کر دی تھی۔ وہ بت دیا آئینے میں خود کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُسے یوں لگا کہ سامنے کھڑا مسخرہ اُسے دیکھ کر ہنس رہا ہے۔ قہقہے لگا رہا ہے۔ قہقہے لگاتے ہوئے

بہت سے چھوٹے چھوٹے بچوں نے اُسے گھرا ہوا تھا۔ کوئی اُسے چھوٹے کی کوشش کر رہا تھا اور کوئی ہاتھ مار رہا تھا۔ کوئی بچہ اُسے دیکھ کر ہی خوش ہو رہا تھا۔ وہ بھی بچوں سے خوب کھل مل گیا تھا۔ اس کا کام ہی بچوں کو جھٹانا اور ان کا دل بھانا تھا۔ وہ ایک مسخرہ تھا۔

انکھو سیلر میں بین الاقوامی کتب میلہ لگا ہوا تھا۔ وہاں بے شمار پبلیشرز اور رسائیکل والوں نے اپنے اپنے اسٹال لگا رکھے تھے۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد کتب میلے میں آرہی تھی اور وہ ان کتابوں میں خوب دل چسپی لے رہی تھی۔ ہر عمر کے فرد کی دل چسپی کی کتابیں وہاں موجود تھیں۔ وہاں آنے والے لوگوں کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے بھی تھے۔ جن کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنے کے لیے بعض بڑے اسٹال والوں نے ان کی دل بھنگی کا سامان کیا ہوا تھا۔

ایک بڑے رسالے کے اسٹال پر مسخرے کا لہجہ پہنے ایک لڑکا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک بڑا سا کئی ملاں اور ایک بھانڈو کے روپ میں فن کار بچوں کو تفریح فراہم کر رہے تھے۔

بڑی عمر کے افراد تو جانتے تھے کہ ان کے اندر انسان ہیں، جنہوں نے بھی بدل رکھا ہے، لیکن چھوٹے چھوٹے بچے



سفرے کی شکل دیکھ کر اس کو وہ سفر یاد آگیا جس کو اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر خوب لگا کر کیا تھا۔ وہ سال قبل وہ اپنے اسکول کے ساتھ صنعتی لٹائیں میں گیا تھا وہاں ایک کمرہ انہیں کا دل بہلا رہا تھا وہاں سب دوستوں نے اسے خوب لگا کر کیا تھا۔

اسے ایک مہینے میں مجبوراً یہ کام کر دیا ہوں، خدا کا خوف کرو۔" انہوں نے شادی کے قریب آکر کہا تھا شادی نے اس کی باتوں میں انہیں دھڑکے تھے اور وہ اسے ایک طرف طرفوں سے لگا کر نہ مہرے رہا۔ شادی آگئے کے سامنے کھڑا کھڑی سوئی میں کہ تھا اس نے آگئے میں اپنے پیچھے ایک آری کو لہرا رہے تھے وہ کہہ رہا تھا۔

"قریبیوں لڑے ہو؟" اسے لگا تھا کہ وہ شہر سے دور ہے۔

اس نے کہا۔  
"سفرے نے مجھ سے پلٹ کر عقب میں دیکھا۔"  
"ہو... ہو... ہو... سفرے نے دیکھا ہے۔"  
وہ اسے کہتی تھیں۔

"تم فوراً اسٹاپ پر بیٹھو، ہم نے تمہیں اس لیے نہیں دیکھا ہے کہ تم زچہ کی دیکھ کے ہمارے اوپر ہر گھوڑو۔ میں تمہیں اس کام کے پیچھے دیکھتا ہوں، جلدی اسٹاپ پر چلو، وقت ضائع مت کرو۔"

سفرے نے خاموشی سے سر ہٹا دیا اور وہیں اسٹاپ کی طرف چل پڑا۔

www.paksociety.com

وہ وقت پر زور دار دھنگ ہوئی۔ شادی کرے میں پانے میں معروف تھا۔ دھنگ سن کر وہ چونک گیا۔ وہ اسے کمرے میں اس کی بہن سعدیہ اپنی ماں کو دہا پلا رہی تھی۔ شادی کے اگلے سے پہلے ایک بار پھر دروازہ زور سے کھٹکھٹا گیا۔ لگا تھا کہ آئے دلا بہت جلد میں ہے۔ شادی جلدی سے اپنے کمرے سے نکلا اور مچھ سے گھر کہ وہ دیکھنے لگا۔ وہ وہ کہہ رہا تھا کہ سامنے ایک محلے دار خورشید صاحب کو کھڑا پایا۔ ان کے عقب

میں دو شخص افراد اور بھی کھڑے تھے۔ اسے افراد کو دیکھ کر شادی کھڑا رہا۔

"کی... کی... کیا کام ہے؟"  
"جلدی چلو، دوسرے ساتھ۔ تمہارے ابو کا انکس ڈنٹ ہو گیا ہے۔ وہ اسپتال میں ہیں۔"

خورشید صاحب نے ہنسنے لگے۔ اس نے لکھے میں دیا تو شادی کا جوں غلط اچ گیا۔

"لگ... لگ... کیا ابو کا انکس ڈنٹ ۲۲ گھنٹے پہلے اتفاقاً اس کے منہ سے لگا۔"

"ہاں جلدی چلو، ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" خورشید صاحب نے جلدی سے کہا۔

شادی نے کسی حد تک خور کو سنبھالا۔ اگر انی کو یہ پتا تو ان کی حالت بھی ٹھیک ہو سکتی ہے۔ وہ تو پہلے ہی بیمار ہیں۔ شادی نے اور پھر سوچ کر فیصلہ کیا کہ وہ انی اور اپنی بہن سعدیہ کو فی الحال نہیں لے گا کہ ابو کا انکس ڈنٹ ہو گیا ہے۔

"میں انکی آگے ہوں۔"

"شادی وہیں چلا اور انی کے کمرے میں آکر بیٹا۔"  
"سعدیہ تم انی کے پاس ہی رہو۔ میں ذرا ایک کام سے جا رہا ہوں۔ اسے کی کتنی لگاؤ۔"

"کیا اب وہ رہے ہو بھائی؟" سعدیہ نے استفسار کیا۔

"آتا ہوں توڑا۔ سو رہی ہیں۔" شادی اٹھا کہ کہ باہر نکل آیا۔

خورشید صاحب کے ساتھ اسپتال کی جانب چل پڑا۔

www.paksociety.com

میں بیٹھ کر اسپتال روانہ ہو گئے۔ وہاں خورشید صاحب نے بتایا کہ اس کے ابو یعنی خورشید صاحب، مزاک کے کمرے میں رہتے تھے کہ عقب سے آئے۔ ان ایک سے باہر گار ان سے آکر کھڑی تھی۔ وہ کھلی کر کئی وقت زور دیا کہ وہ جاکر چلے گئے۔ اتفاق سے دیکھے ہاتھوں میں وہ خود بھی ٹھائل رہا۔ وہ خورشید صاحب کو اسپتال لے گئے، تاکہ انکی ہر وقت نگہ رانی جاسکے۔ شادی کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ دل سر



عجب عجیب دوست سر اٹھا رہے تھے۔

اپنی ہلکی ہلکی کے بعد ہی پوری صورت حال اس پر واضح ہوئی۔ شادی کے خدشات نے حقیقت کا روپ دھار لیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اس نے وہاں اپنی کپڑا دھاکا پاتی تھا جس کی رات بھی ٹوٹ سکتا تھا۔ اکثر وہ اپنی ہلکی ہلکی میں مصروف تھے۔ شادی بے جاں نہ ہو کر آج کل کے ساتھ فرسٹ پر ہی ہو چکا تھا۔ کیا تھا۔ سب لوگ شادی کو دیکھ رہے تھے۔ پھر شادی صاحب کی باری ہو گئی۔

وہ شادی کو دیکھا تھا کہ وہ تادم نگاہ پھیلے ہوئے صحرائوں میں تھے۔ پاؤں تلخی رحمت پر آکھڑا ہو اور اس کے سر پر کھینچا ہوا ساکھیاں اچانک جوت گیا ہو۔ گھر کی دھندلے کی گھٹ آس کے کھانڈھوں پر آ پائی تھیں۔ سب گھر میں جا رہے تھے۔ اس کا گھر اس کی قدر اور اس کے شادی کو کھانڈھوں کی قدر اور اس کی قدر ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود اسے اپنی قدر کا احساس ضرور تھا۔ وہ اپنے دماغ کی پریکٹس تھی۔ اس لیے وہ بڑی محنت سے تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ اچھی سی نوکری حاصل کرے اور وہ اپنے دماغ کی پریکٹس کو چار کر سکے۔ لیکن شادی صاحب کی ناگہانی موت کے باعث اس کے سارے خواہشات ایک چھوٹے سے ٹوٹ کر گھر میں تھے۔

اس کی امی نے نرس وقت کے لیے کچھ رقم جمع کر رکھی تھی، جو اس مشکل میں کام آ رہی تھی۔ کچھ عرصے اس کھٹی پی جاب سے مل کر چھٹی شادی صاحب کی دھندلے کی گھٹ آس کے کھانڈھوں پر آ پائی تھیں۔ سب گھر میں جا رہے تھے۔ اس کا گھر اس کی قدر اور اس کے شادی کو کھانڈھوں کی قدر اور اس کی قدر ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے وہ بڑی محنت سے تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ اچھی سی نوکری حاصل کرے اور وہ اپنے دماغ کی پریکٹس کو چار کر سکے۔ لیکن شادی صاحب کی ناگہانی موت کے باعث اس کے سارے خواہشات ایک چھوٹے سے ٹوٹ کر گھر میں تھے۔

”مشکل ہے۔“ سب نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تمہارے والد ایک تجربہ کار آدمی تھے اور انہیں تو کسی بھی قسم کی ملازمت کا

تجربہ نہیں ہے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو انہیں کسی نہ کسی چھوٹی موٹی جگہ ٹیٹ کر دیتا مگر اب کھٹی کے حالات بھی ایسے نہیں ہیں۔ کئی سو افراد کو لگا ہوا چکا ہے۔ اب اگر کوئی چھوٹی جگہ بھی رکھنا چاہتا ہے تو پھر اسے مالک اس کے آؤر چاہی کرنا ہے۔“

”آپ نے ملک سے بات کی؟“ شادی بے جاں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ہاں، میں اسے کہہ چکا ہوں۔“ شادی صاحب سے میری بہت اچھی دوستی تھی۔ میرے ہی گھر پر ملک نے تمہارے گھر میں بھروسہ کیا تھا۔ اب میں نے یہ بات بھی کی تھی۔ میرے دیکھنے کے بجائے انہیں ملازم رکھا جائے، لیکن ملک نے انکار کر دیا تھا۔“

سب کی باتیں سن کر شادی نے ہاتھ انداز میں سر ہٹا لیا۔ اس کے بعد اس نے دوسری کھٹی پر ملازمت کی کوشش شروع کی تو اسے کھٹی سے پیسہ آگیا۔

وہ ملازمت کے لیے ایک سے دوسری جگہ گھومتا رہا مگر کبھی بھی اس کا مقدر ٹھہر نہ سکا۔ اس کوئی بھی وہاں نہ لگا۔ وہ ایک ملک بنا تھا۔ اسے چاروں طرف سے مایوسی اور ناامیدی کے بارے میں بتا دیتے۔ والد کی حالت پہلے تو بہتر ہو رہی تھی، لیکن شادی صاحب کی چھوٹے سے کھٹی وہ بدلا کر دیا تھا اور دم توڑ دیا۔ اس کی باتیں ایک بار پھر پوری تھیں۔ اس کے ساتھ اچھے آدمی تھے۔

خوشیہ صاحب کی بات کے نتیجے میں شادی کو ایک جگہ نوکری مل گئی۔ وہ ایک عرصے کی بڑی سی لگان تھی۔ روز کے سو روپوں کے معاوضے پر شادی اس کام کرنے لگی۔ عام حالات میں وہ یہاں ملازمت کرتا تو ذرا کی بات یہی تھی۔ مگر اب بھی چھوٹے سے جگہ تھا، لیکن نرسے حالات کا ٹھکانہ ہو کر رہا کرتے پر پھر وہ ملک کا شادی لگان کو لگا دیا اور مقامی کرنے کے بعد کڑی پر دیکھ جاتا تھا۔ ملک بہت سے ایسے ایسے جاتے، جو گھر سے تو اسکول جانے کے لیے نکلتے تھے، مگر اسکول



سے بھاگ کر یہاں آ جاتے تھے۔ راز داروں وہاں کالم لکھنے کے  
 ہوا کچھ نہ ہوتا۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ جب تکرم پورا لکھنے  
 اٹھوں کے وہ میاں بھگوان ہوتا تھا۔ شادی نور کو ان بھگوانوں  
 سے لکھتا تھا۔ کئی بار تو اس کا دل چاہتا کہ وہ یہاں سے  
 بھاگ جائے۔ اس نے سول میں اس کا دم گھٹا تھا، مگر جب یہاں  
 اور اپنے یہاں بھی کو خیال آتا تو وہ خود کو بیا کرنے سے باز  
 رکھتا تھا۔

بہت عرصوں تک وہ اپنے گھر سے تھے۔ ان دوران شادی  
 نے بھی جتنے جتنے وہاں سے تھے۔ بہت ملازمت کے لیے کہا تھا،  
 لیکن سول کوئی بات نہیں تھی۔ اس لیے وہ اس جگہ نوکری  
 کرنے پر مجبور تھا۔

ایک شام کو وہ پورا ٹیپتے ہوئے تھا۔ اس میں بھگوان  
 کیا۔ وہ ایک دوسرے پر بڑھائی کا اثر کر رہے تھے۔ وہاں  
 موجود باقی افراد نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مگر یہ سول  
 شادی بے بسی کے عالم میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ کرات باقی باقی  
 کچھ جا بھگوان انہوں نے وہاں توڑ پھوڑ کر ڈالی تھی۔ وہ لوگ  
 لڑ بھگوان کر چلے گئے، لیکن وہ جہاں وہ بد کر کے۔ وہاں سے  
 ہاتھ نہ اٹھانے کی فریادیں آ رہی تھیں۔ اس نے زبان کی حالت  
 دیکھی تو وہ شادی پر پناہ دیا۔

"تم نے انہیں روکا کیوں نہیں؟" اس نے گاتے کہا۔  
 والے انداز میں کہا "تمہارا کام صرف یہ نہیں ہے کہ یہاں بیٹھے  
 رہو۔ اس سے، یہاں سے چلنے کی مخالفت کرنا بھی تمہارا کام  
 ہے۔" مگر وہ تو بڑے لڑکے تھے۔ "شادی کا حق ملک  
 ہو رہا تھا۔"

"تو وہ کون سا بد ڈالنے تم کو، اور اب یہ جو نقصان ہوا ہے  
 یہ کیا تمہارے اپنی آکر پھرے گئے؟"  
 اس بات پر شادی نے جواب دیا "پھر لی تمہاری میں سے نقصان  
 ہے۔ آکر لیا، لیکن میرے باپ کا نام نہ لیں۔"  
 "اپنا۔" اس نے منہ جاکر کہا۔

پھر جب تک نقصان کے پیسے پورے نہیں ہوئے، شادی  
 وہاں آتا رہا۔ اس کے بعد اس نے زبان کی چابیاں ہاتھ کے  
 حوالے کر دیں۔

"اسے تم تو پیڑوں ہی ہو گئے ہو، اب خیر تم کو کہہ دو۔"  
 ہاتھ نے اسے روکنے کی ہمت کو شش کی، مگر شادی کا  
 نقصان کا تھا کہ اب وہ کسی صورت یہاں کام نہیں کرے گا۔ گھبرا  
 آنے کے بعد اس نے اس کو اس پر اس میں کچھ نہیں تھا، مگر  
 سدی نے اس کی شکل دیکھ کر اکیلے میں بوجھا

"تم ہوا بیانی چپ چپ سے کیوں ہو؟"  
 "کچھ نہیں اپنے ہی نقصان ہو رہی ہے۔" شادی نے ہاتھ  
 چاڑھ

"نقصان تو روز ہی ہوتی ہے، مگر روز تو چپ چپ نہیں  
 ہوئے۔" سدی نے یہاں کہا تھا کہ کالی نہ کوئی بات ضرور  
 ہوتی ہے۔


پہلا تو شادی سے اسے پناہ دیا لیکن پھر اس کی ضد سے  
 آگے اسے دیکھ کر لڑکے پڑے۔

وہ یہ کچھ دم کے لیے خاموش رہی تھی پھر اس نے کہا۔  
 "جو ہوا اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہی ہو گی۔ ویسے میرا  
 دل بڑا بڑا ہے کہ تمہیں جلد ہی کوئی ملازمت مل جائے گی۔"  
 "نہیں۔" یہاں ہی وہ درد مٹا کر بولے گی۔ "شادی  
 نے کیا۔"

سدی کا کیا اور اسے حالت ہوا تھا۔ ایک اور کے جانے  
 جانے سے شادی کو بھی اس سے ایک دوست کو گلوں کی  
 ضرورت ہے۔ مصلحت ملازمت سے اسے بھی بھرتی چاہیے  
 گئے۔ ملازمت کی نوعیت کا اسے تو اس سے معلوم نہیں تھا۔ اس  
 نے اپنے دوست کا چا لکھ کر دے دیا۔

شادی نے سوچا کہ اگلے روز وہ اس جگہ پر اس ملازمت کی  
 کوشش کرے گا۔ مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک روز  
 وہ نہ جاسکا۔ صبح سے ہی اس کی اہلی کی حالت گھبرا گئی تھی۔  
 وہ انکم ہو گئی تھی۔ اس کے برعکس اندر میں وہ پورا تھا۔





دیکھو وہ چند سوکھ مہاں کے لیے آئے اسے لوگ تھے۔ مسکرت  
وٹھا دوسر کی طرف بڑھ گیا۔ اس بار مالک نے اسے نہیں روکا۔  
وہ دوپہر آگئے کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چہ غور  
آنچل میں اپنے آپ کو دیکھا تو ایک مسکرت کھڑا دکھائی دیا۔  
مسکرتا ہوا مسکرتہ ٹھہر مسکرتہ ٹھہرا اس نے سر پر پہنا ہوا مسکرتہ  
لوہے کا کپڑا پہنا ہوا اسے اپنے اصل شکل دکھائی دی۔ اس کی  
سنگینوں سے آنسو گہروں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔ کسی کو  
نہ سمجھاتے ہوئے چہروں کے پیچھے کتے آنسو ہوتے ہیں۔  
وہ اپنے اپنے جیب میں ہاتھ ڈالا تو مٹھی میں برت سے  
توتے آئے۔ تو بچوں نے ٹوٹے ہو کر اسے دیکھتے تھے۔ ان ٹوٹوں  
کے ساتھ مہاں کی دریا کا ٹھوٹ بھی تھا۔ اب تو صرف وہ آسانی  
سے آگئی تھی۔ وہ وہ مٹھیوں کے کھانے کا بندوبست بھی کر  
چکا تھا۔ اور یہ وہی ہے جس نے اسے اس کا سوراخ کھودا تھا۔ وہ اس  
مادیت سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ مگر وہ اسے اس طرح سے لے لیا کہ وہ اسے  
اتارنا چاہتا تھا۔ وہ مسکرتے کے لہجے کو بھی سمجھتا تھا۔ اسے ملکا  
تھا جب وہ اپنی تعلیم مکمل کرے گا۔ اس نے آگئے کے سامنے  
کھڑے قیصلہ کیا کہ وہ رات کے وقت کسی اکیلی میں اپنی تعلیم  
جاری رکھے گا تاکہ وہ مسکرتے کا لہوہ اتارنے میں کامیاب ہو  
جائے۔ اس نے یہ قیصلہ اس لیے کیا تھا کہ وہ دنیا کی اسٹیج پر اپنی  
اصل شکل کے ساتھ لوگوں کے سامنے آنا چاہتا تھا۔

محب کیا کریں بھائی؟ مسخریہ کے آنسو نکل پڑے۔  
 "اے مالک ہے۔ مجھ دیکھا ہوں، شاید کچھ نہ کچھ بد دوست  
 بن گئے۔" شادی کے اسے شہل دی، لیکن اب کے وجود میں  
 وہ لڑکی نہیں تھی۔ اسے اسے کچھ بھی نہیں آیا کہ اس  
 صاحب سے اسے جنسی لڑکوں کی ضرورت تھی۔

اس کی عیب کی سزا والا نافرمانی کی دہانکا تھی۔  
 جسی بھروسہ منظر پہ چاہتا ایک منظر سے اثر رکھنے بعد  
 شائق کو وہ مزہ مست مل گئی تھی۔ اس لیے کسی تعلیمی تربیت کی  
 ضرورت نہیں تھی۔

... ..

”تمہیں اس وقت یوں سے ملنا نہیں آئے گا۔“

اشمال پر بہت سے لوگ موجود تھے۔ ہرے کتابیں خریدنے میں اور پھولے بچے مسکروں کی ماؤں اور بھولو میں دل چسپی لے رہے تھے۔ مسکروں نے پلٹ کر اشمال کے مالک کو دیکھا تو مالک نے اسے اشارہ کیا۔ مسکروں نے سر ہٹایا اور قہقہے کرنا شروع کر دیا۔ پھولے بچے خوش ہو کر تکیوں پر جھانپنے لگے۔ مسکروں مسکرتے خیر انداز میں رات رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہیں رات بھر لگ گیا۔ اب مالک بیٹ ٹوٹی ہوئی کھائی دے رہا تھا۔ کھانوں کو اسی کے اشمال سے کتابیں بھی دھڑلے سے فروخت ہو گئی تھیں۔ مسکروں کا مسکراتا ہوا چہرہ اور اسی کار قہقہے دیکھ کر کئی بچے بھی ہنسنے لگے تھے۔

یہ دنگر رات کو چھ تک جاری رہا پھر آہستہ آہستہ ہل  
ٹھکی ہوئے نگار سڑتے ہو چھ تک پہنچا پہل والے ہی روٹ گئے تھے۔  
پتھر ٹوٹ گئی باؤس کے لہارے میں لیو کی لڑکوں کے لہارے آہر





# کفارہ

کرمیہاں سراپا

یاد رکھنا کہ کفارہ ہرگز سزا سے نکلی جاتی ہے۔ اور قصہ یہی  
اس بات کی کہ جب مقررہ دن اور مقررہ وقت پر چھانسی پر لگا  
دیا جائے تو اس شخص اس وقت تک پھلتا ہے کہ نہ ادا پاسے  
جب تک وہ موت کی مادی میں نہ چلے جائے۔ تو کیا خیال ہے  
یہاں پر موت کا کفارہ۔ امید ہے کہ اب آپ نے میرے لیے  
کفارہ صاف کر لیا ہو گا۔ کہیں کہ میں پھر مرنے کو کہہ کر رہا  
تھیں۔ (۱۱) موت کا کفارہ ہوں۔

پہلی بار میں نے اس کے بارے میں اب تک کسی شخص کو  
اپنے سامنے نہ کیا تھا۔ ہوا دیکھ چکا ہوں۔ بڑے بڑے تھیں  
مرد لڑکیاں بھی تھے۔ ان کے اپنی زندگی میں بڑی بے رحمی  
کے لوگوں کو موت کے آگے بڑھا دیتے۔ یہ بڑی احمق کی  
عجب و غریب دماغ نہیں رہا کرتا۔ مقررہ اور بے گناہ  
لوگوں کی جان لینے کے لیے ایک بے رحم ہے۔ ان کا ہاتھ  
نہیں لڑا تھا، لیکن اپنی موت کو سامنے لے کر ان کی سزا کی تم کو  
جاتی تھی۔ وہی موت ہے یہ نظام درست ہے۔ ان کے لیے  
ادائی گئے، بے گناہ اپنی طرف رجحان رکھ کر وہاں پہنچے ہو ہو  
جاتے تھے۔ ان کی باتیں اپنی باتیں سمجھنے کے لیے  
نہیں رہتی تھیں اور غوراً انہیں سمجھنے کے لیے چھانسی نکالتے تھے۔

میں موت کا کفارہ ہوں۔ آپ میری بات سنیں گے کہ  
بڑوں کا کفارہ دل، دماغ، کان، ناک، گلے اور ہاتھ کا کفارہ تو  
خاک تھا یہ موت کا کفارہ کیا ہوا؟ اور کفارہ کا کام کیا ہوا  
پہانے کی کوشش کرنا، لوگوں کے دیکھ دہرہ کر کے انہیں  
راستہ بچھنا اور پتھروں کے لیے قلعہ کا کام لینا ہے تو پھر  
موت کا کفارہ کیا ہے کی کیا نیک جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے میرا یہ  
اعتراف پڑھ کر بعض لوگوں کے دل میں میرے لیے نفرت اور  
غصہ پیدا ہوا ہو۔ تو ابھی اور اچھل سے کام لیتے موت کا کفارہ  
پٹنے میں میری اپنی خواہش اور ارادے کا کوئی عمل نہیں  
ہے۔ میں تو غم کا پاند ہوں اور اپنے فرض سے غمزدہ ہوں۔  
جیسے حضرت سراجی علیہ السلام اب تک کہ وہ لوگوں  
لوگوں کی جان کے بچے ہیں، میں ان میں ان کو کوئی قصور نہیں  
ہو تو اللہ کی طرف سے اسے کام نہ منظور ہے۔ اور غم کے پاند  
ہیں۔ اس طرح میں بھی حکومت پاکستان کے غم کا پاند ہوں۔  
میں ایک سبزی لٹل میں قیامت ہوں۔ میرا کام عدالت سے  
موت کی سزا پانے والے قیدیوں کی تعداد دہری کرنا اور چھانسی کی  
سزا پانے والے کے بعد ان کی موت کی قصہ پتی کرنا ہے۔  
یہ دہائی اس لیے کہ وہ سزا پانے تک صحت مند رہیں، انکی



مناجات تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں جتنے بھی قیدی دیکھے ہیں  
میں احمد واحد انھیں تھا جو خود اپنے قدموں پر چل کر پھانسی  
لگاتے تھے۔ یہ تھا۔ اور صرف مجاہدین کوئی کے بارے میں سنا  
تھا کہ وہ جتنے مسکراتے، اپنے قدموں پر چلتے ہوئے فرنگوں کی  
دھڑکیں سن کر ہنستے تھے۔

میں نے یہ دیکھ سکوں تھا اس کے چہرے پر ڈرا بھی  
نہیں تھا۔ نہ کسی قسم کی ہراسہ تھا کہ وہ سوائے موت کا  
کوئی حرم تھا۔ نہ کسی قسم کی ڈر تھا۔ نہ کسی قسم کی  
اپنے حرم کا اعتراض کیا تھا۔

کوئی آخری خواہش تھی کہ آخری معافی کرنے کے بعد  
میں نے سوال کیا کہ ان کے پرستاروں کو کیا ہونا چاہیے؟  
"خواہش۔۔۔ انہی خواہشوں نے تو اس سال کو پہنچایا ہے۔"  
اس کا جواب میں نے نہیں دیا تھا۔ میں نے اس کا جواب دیا تھا  
تو احمد کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ آج بھی یاد میں ہے  
اس کی آواز تھی جس وقت جب اسے وہ لڑائی میں گیا تو مسلسل  
فریادیں کرتا تھا کہ اب میرے سال بھر خود قادی کے اندر اس  
یونانی چلا جا رہا ہے۔

تو اس نے کہا۔۔۔ تو اس نے کہا۔۔۔  
تو وہ دھڑک دھڑک کر گئی اور میں نے۔۔۔ مگر وہ سال احمد اپنے گھر  
سینا لے لگا۔ بے درپے تھپڑوں نے میرے سرخ سرخ گالوں  
کو اور تپاؤ والی کر دیا تھا۔ تکلیف کی شدت سے میری آنکھوں  
نے آنسو بہا تھا۔ اور ایک شب سے آنسو کا احساں میرے گلے  
میں چھوٹ گیا۔ مگر چھوٹ گیا۔ یہ۔۔۔ والد نے فحش سے اعذار نہ دی  
کہہ رہے تھے۔

"میں سارا دن بیٹیاں تروا کر کھلی مشکل سے پیسے کمانا ہوں  
اور یہ لڑتے صاحب ہیں کہ ان کی فرمائشیں ہی ختم ہونے میں  
نہیں آتی۔" وہ بے درشتوں پر نہیں فگتے۔ محنت سے کمانے  
پاتے ہیں۔ جب تم خود کمانے کو بھڑکا ہے گا کہ وہ یہ کمانا  
نہیں تم کو مشکل کام ہے۔"

میں مدد سوراخا ہوا ہنسنے لگا۔ میرے حلق سے ہلکی

ہلکی مسکریاں نکل رہی تھیں۔ میں دایاں ایداز میں سوچنے لگا:  
"اب کی گھبراہٹ کی بدولت نواہی کی کتابوں سے بھری رہتی ہے،  
لیکن میں بس یہ بھی کوئی فرمائش کر رہا ہوں وہ فرمائش پوری کرنا تو  
اور ان کی بات۔ انہی میں سے ذات کو مانا جاتی ہے۔ اپنے والد سے  
میں تو تو ان کی فرمائش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ سب دوستوں کے لئے  
وہ چاہیں گے۔ مائیں شہزادہ ہیں اور مجھے انہی تک وہی پرانے  
شہزادوں کے کیڑوں شہزادوں پرانے ہیں۔ کاش میں خود کمانے والا  
ہوں تو مجھے اپنی بھائی بھائی خواہشوں کے لئے ان کا حلقہ  
ہونا چاہیے اور پھر میں رقم حاصل کرنے کے طریقوں پر غور  
کر لے گا۔ جلد ہی ایک طریقہ میرے سامنے آکر آہوں میں  
سے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

یہ لڑتے لڑتے کوئی ایک دن کا تھا۔ انھیں تھا۔ آئے روز کا  
معمول تھا۔ جب بھی میں اپنے والد سے کوئی فرمائش کرتا تھا  
اسی قسم کے روپے کا سامنا کرنا پڑتا۔ ہوتا ہے۔ ہاں یہ تھا کہ میرے  
والد مجھے یاد سے سمجھاتے کہ ہماری ضرورتیں اچھے اور مضبوط  
ہوتے ہیں۔ دھت جیائیں نہیں۔ فیشن تو آئے روز بدلتا رہتا ہے۔  
تو جی توہشوں کو مجھ کو کر کے میرا شک کے ساتھ رہتے اور  
میں ان کی ضرورت میں ہے۔ انہی کی خواہشیں تو تکیوں کی  
ماند ہوتی ہیں۔ ایک بچہ تو دوسری خواہش پہلے والی سے زیادہ  
خوب سے سمجھتی ہے۔ وہ ساری کلام تو تیسری خواہش اپنی  
طرف منسوب کر لیتی ہے۔ کیوں کہ خواہش پوری ہوتے ہی اس کا  
مرد پھر کا پڑا ہوا ہے۔ یہ وہی خواہش پوری کرنے کے پھر میں  
بہاں ہوتے تھے۔ یہ وہی ہے کہ ان کی بات پر جب کہ انہی ہماری  
تعلیق تھی میں خواہشوں کے نیچے جاتا رہے تو یہ خواہشیں ختم  
ہونے کا ہم نہیں لگتے۔ یقیناً اس لیے ہر گز کہتے ہیں کہ ہمیشہ  
خواہش رہنے کا بہترین اصول۔ قیامت پندوں سے بچنا ہو گی کیا  
اس پر غور کرے اور یہ نہیں لگا اس پر مہر کرے۔"

احمد اپنی ہی رو میں کہے چلا جا رہا تھا اور میں خاموشی کے  
ساتھ اس کی داستان میں رہا تھا۔ احمد کہہ رہا تھا۔

"میں اگلے روز بیدار ہوا تو پیرمرو روپے کا ایک ٹوٹ میری







ان بڑھیا جیسے بچے میں آگئی۔ ہائی میری ہاتھوں میں بھی نہیں رہی تھی۔ میرے ہاتھوں ایک بے گناہ کا خون ہو گیا تھا۔ وہ بڑھیا چند لمبے تو بچے کی کیفیت میں رہی پھر دیہاگی کے نام میں چلائے گئی۔

میرا ہاتھ اب یہ ٹوٹے کیا کر دیا۔ مجھ سے میرا آخری سہارا بھی لٹکی لیا۔۔۔ لو۔۔۔ یہ لو۔۔۔ یہ سہاگے زوجہ رات بے رات سو رہی تھی۔ سب کچھ کے لئے، کچھ کے لئے، کچھ کے لئے۔

اگرچہ اس سے جرم ہوا تھا، لیکن اس میں اس کا دلدادہ شامش نہیں تھا۔ بھلا کئی وہ کہتے تھے کہ پریشیاں قتل ہارٹ کی طرح جھم جھم کرتے ہوئے آلسوؤں سے صاف ظاہر تھا کہ نہ صرف اسے اپنی گزشتہ زندگی پر حسرت ہے بلکہ وہ دل ہی دل میں توبہ بھی کر چکا ہے۔ لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ اسے جیلر کی گرائی میں پھاٹی گھٹ کی طرف لے جایا جائے گا۔ ایسے ہی وقت میں اس ہوئی ہو گی۔

میں اس وقت جب اصرار کے نکلے میں پسند آیا جا رہا تھا ایک

سرکاری ہسپتال میں

آج وہ چارہ تھا

”اگر کو پھاٹی سے

اچھا۔۔۔ اس کی سزا

معااف ہو گئی ہے۔۔۔ اس

کی رحم کی اپیل منظور ہو

گئی ہے۔۔۔“

میں سب خیراتی سے اس

کی طرف دیکھنے

لگے۔ سرکاری ہسپتال سے

لے ہاتھ میں ہند

سرکاری ہسپتال سے ہوتے تھے۔ میں نے بھٹ کر فائل

اس کے ہاتھ میں سرکاری ہسپتال سے ہند آواز میں سہارت پر

تھا۔ وہ تو کہہ رہا تھا کہ سرکاری ہسپتال میں احمد کی سہائی کا پرہیز

تھا۔ میری آنکھوں سے۔۔۔ میرا آلسوؤں سے۔۔۔ میرا

جلدی سے فائل جیلر صاحب کی طرف بڑھا دی۔ جیلر صاحب

نے اپنی خیراتی سے عدالتی قریب۔۔۔ میرا کو اشارہ کر

دیا۔ پھر احمد کو چھائی کھات سے لے کر۔۔۔ میرا کو اشارہ کر

تھا کہ ان کوئی کیس ہو گئی۔ حالانکہ اس کے کوئی کیس نہیں

تھوڑی کی اپیل بھی دائر نہیں کی تھی۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا تھا کہ احمد کی گرفتاری کی خبر

اس کی ماں پر پڑ گئی۔ فلم کی شدت نے اسے ہلاک کر دیا



وہ بڑھیا بچہ

اور کرب کے عالم میں

چاہی تھی پور میں بھی

اپنی جگہ میں ہو کر رہ گیا۔

ٹوہنوں کی قادی نے

مجھے کیا ہے کیا ہوا تھا۔

اب میں ایک قاحل تھا۔

ایک ایسے شخص کا قاحل

جسے میں قتل نہیں کرتا

چاہتا تھا۔ آنکھوں روپے

کے زبردست اور ٹوٹوں کی

کھینک میرے اس ہائی میری پڑی تھی، لیکن میں اتنی دولت ہونے کے باوجود اس بڑھیا کی ٹوہنوں پوری نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اس کا بچہ نہیں لونا سکتا تھا۔

تھا کہ کو احمد سب سے۔۔۔ کہہ کر رہے تھے۔ اس سے آگے کی کہانی میں احمد کی قاحل میں پڑ چکا تھا۔ احمد نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کی تھی اور خود کو پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ عدالتی کارروائی کے ابتدائی مراحل میں ہی اس نے جج کے رویہ و رویے جرم کا اعتراف کر لیا تھا۔ جرم قبول کرنے کے باوجود تمام شہادتیں بھی اس کے خلاف تھیں، جس پر عدالت نے اسے موت کی سزا سنائی تھی۔

اس کی کہانی سن کر مجھے احمد سے ہم دروی ہوئے گی تھی۔



پیارے اپنی ہر جگہ کے انکسروں نے بھی جواب دے دیے ہیں۔  
حالت میں اس نے مشغول کی ماں کو بویا اور اس کی صحت سبقت  
لی۔ ایک ماں دوسری ماں کا کھانچہ بھی کئی تھیں اور کو چاکی تھیں  
سے اس کا بیٹا دیکھیں نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن احمد کو صاف کر کے وہ  
احمد کی ماں پر مڑے سے بچا لگتی تھی۔ سو اس نے دل پر پتھر  
رکھ کر احمد کو صاف کر دیا۔ دونوں کی دلچسپی سے صبر  
محنت کو دھمکا کر اس کی گھر شادی لگائی تھی۔ احمد کی شادی  
اور دل سے کی ہوئی تھی۔ احمد کی شادی صبر محنت کی صاحب  
سے بھی رجم کی بیٹی سے ہوئی۔ احمد کی شادی ہو گئی تھی۔

سزا صاف ہو گئی۔ جلد ہی اسے شغل سے بھی رہائی مل گئی۔  
اب احمد تیسرے بدل ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے  
ترک کر دی ہیں۔ وہ گزشتہ کی ماں سے صبر سے بچا لگے  
کھوکھ میں کام کر رہا ہے۔ اور بیوی کے حوا کے بارود سارا  
دل سے مشغول کی ماں کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت گزار  
میں صرف کر رہا ہے۔ وہ اس دھیمے کو اس کا حقیقی بیٹا تو دیکھیں  
لیکن وہ سمجھ لیں کہ اپنی ماں سمجھ کر بیٹوں کی طرح اس کی  
خدمت کر کے لگتا ہے۔ شاید یہی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو  
ہو رہا ہے۔

### خوش بو کا سفر

نہروں کی ملک آباد کے ایک پتھر سے بنے گھر میں احمد کی بیوی نے اپنی بیوی سے  
رکھ کر احمد کو صاف کر دیا۔ دونوں کی دلچسپی سے صبر  
محنت کو دھمکا کر اس کی گھر شادی لگائی تھی۔ احمد کی شادی  
اور دل سے کی ہوئی تھی۔ احمد کی شادی صبر محنت کی صاحب  
سے بھی رجم کی بیٹی سے ہوئی۔ احمد کی شادی ہو گئی تھی۔

نہروں کی ملک آباد کے ایک پتھر سے بنے گھر میں احمد کی بیوی نے اپنی بیوی سے  
رکھ کر احمد کو صاف کر دیا۔ دونوں کی دلچسپی سے صبر  
محنت کو دھمکا کر اس کی گھر شادی لگائی تھی۔ احمد کی شادی  
اور دل سے کی ہوئی تھی۔ احمد کی شادی صبر محنت کی صاحب  
سے بھی رجم کی بیٹی سے ہوئی۔ احمد کی شادی ہو گئی تھی۔



# معلومات عامہ



☆ سورج دنیا میں سب سے پہلے چلائی میں طلوع ہوتا ہے۔  
 ☆ دنیا کا سب سے بڑا بحر کھڑے سمندر نیو کی میں نصب ہے۔  
 ☆ مسجد الحرام دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں کوئی عمارت نہیں۔  
 ☆ بیونس آئیرس کی بحری بحری کیم اکتوبر کو ایک دن میں دو بار ہے۔  
 ☆ دنیا میں سب سے زیادہ بڑا دریا نیل دریا ہے جس کا پانی ہر سال بہتا ہے۔  
 ☆ ہالینڈ کو پھر دیکھ کر کسی کو نہیں لگتا کہ یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے۔

(تبدیل شدہ ملک: ہالینڈ)

☆ انٹرنیٹ کی دنیا سے زیادہ بڑا ہے۔  
 ☆ کتاب ایک کتب خانے میں 350 سے زیادہ کتابیں ہوتی ہیں۔  
 ☆ ہر شخص درخت پر اٹھ کر پانی پیتا ہے۔  
 ☆ بھارتی ترک کی قومی زبان ہے۔

☆ زمانے کی گزریں میں سب سے زیادہ بڑا ملک ہے۔

☆ پاکستان نے 30 ستمبر 1947ء کو آزام متحدہ کی  
 القیاری تھی۔

☆ سب سے زیادہ بڑا ملک دنیا میں آسٹریلیا ہے۔

☆ سب سے زیادہ گھڑوں کی سوئٹزر لینڈ میں ہوتی ہیں۔

☆ سب سے زیادہ درختیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔

☆ گیلے کے واسطے آبی کے پانی میں ہوتے ہیں۔

☆ سب سے زیادہ گندم روس میں پیدا ہوتی ہے۔

(سورج، قمر، چاند)

☆ دنیا میں سب سے زیادہ آبادی والا ملک چین ہے۔

☆ ہندوستان کا شہر سرگودھا کو کہا جاتا ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا شہر نیو یارک ہے۔

☆ ہالینڈ کی سولہ میں کوئی بڑی نہیں ہوتی۔

☆ شاپلی کا درخت تین سو سال تک چل رہا ہے۔

☆ نیو یارک انٹرنیشنل کے 70 ملکوں کے کرتے ہیں۔

☆ سورج کے پہلے دن پر اعلیٰ عمارت اب تک کھڑا ہے۔

(ایم اے، پی)

☆ چین کا قومی پھول رگس ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا شہر نیو یارک ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا شہر نیو یارک ہے۔

☆ پاکستان کی آزادی کا دن 30 ستمبر 1947ء کو ہوا تھا۔

☆ نیو یارک کے گھڑوں کا 18 سو سال کا ہے۔

(ایم اے، پی)

☆ چین 110 کلو میٹر کی ریلوے سے دور ملک ہے۔

☆ دنیا کی سب سے بڑی کھیتی باڑی 75 فیصد امریکہ میں ہوتی ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا شہر نیو یارک ہے۔

☆ دنیا کی سب سے بڑی کھیتی باڑی 75 فیصد امریکہ میں ہوتی ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا شہر نیو یارک ہے۔

☆ پاکستان کے پہلے صدر جنرل یحییٰ خان تھے۔

☆ پاکستان کی سب سے بڑی شہر نیو یارک ہے۔

☆ پاکستان میں قدرتی گیس کا سب سے بڑا ذخیرہ "سوئی"

(پاکستان) میں ہے۔

☆ دنیا کی سب سے بڑی کھیتی باڑی 75 فیصد امریکہ میں ہوتی ہے۔

☆ پاکستان کی سب سے بڑی شہر نیو یارک ہے۔

(ایم اے، پی)

☆ پاکستان کا سب سے بڑا شہر نیو یارک ہے۔

☆ پاکستان کی سب سے بڑی شہر نیو یارک ہے۔

☆ پاکستان (سب سے بڑا شہر) میں ہے۔

☆ پاکستان نے 1992ء میں امریکی غاص کی قیادت میں ورلڈ

کپ جیتا تھا۔

☆ وکرم اکرم نے زمبابوے کے خلاف کرکٹ میں

ظہور کیا۔

☆ نیو یارک کے گھڑوں کا 18 سو سال کا ہے۔

(ایم اے، پی)

(ایم اے، پی)



# فلاحی کام



غلام حسین محسن

اعظم حاصل ہے۔  
میرا استاد بھی اپنے  
قادی کوہوں کی  
بدولت ولی سکون  
کئی حالت سے فیض  
یاب تھا۔

پانچوں کے کام اور  
مستحقانہ ہونے پر  
شہرت رکھتے ہیں۔ ان  
کی میں کھنڈر  
سوزی مرض کا شکار  
ہو گئی تھی۔ تو دولت  
عزت اور شہرت  
رکھنے والا یہ کرکڑ اپنی  
میں کو نہ بچا سکا، مگر

میں کی محبت اور موت نے اس کے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ  
ایک اس نے اس کی باتوں اور مرضوں کے بدلے میں سوچا  
جو کہ اس کے لئے ایک نیا مرض میں چلا ہو کر ناکافی سہولیات اور  
غریبوں کی اور اس کے دھیرے موت کے قریب ہو رہے  
ہیں۔ کرکڑ کے بدولت کوئی بولی اپنی دولت اور اس کے لئے  
اس نے لاہور میں اپنی والدہ مرحومہ کے نام سے کھنڈر کا ایک  
بڑا پتلا بنانے کا ارادہ کیا۔ مگر مسلسل صحت اور عزم کی  
بدولت یہ خواب آج شواہت خانہ میں رہ گیا۔ یہ حال کی شکل میں  
جہاد سے ملنے موجود ہے۔ اس اپنی کامیابی مرحومہ شہادت  
غلام کا بیٹا عمران خان ہے۔

ان دو مثالوں کے علاوہ ہمیں دنیا میں انکی باتوں میں  
مل جاتی ہیں کہ لوگوں نے خدمت انسانیت کو اپنا مشن بنایا اور  
دوسروں کو راحت اور آرام پہنچایا۔

درو دل کے واسطے پیدا کیا انہیں کو  
درد طاعت کے لیے تاکہ کم نہ تھے کہ وہاں

نوجوان سے ماں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی  
نہادی اور درد سے تڑپ رہی تھی۔ نوجوان پر بیٹنی کے عالم میں  
گھر سے باہر بھاگتا ہے۔ کوئی ایسی گاڑی نہیں ملتی جس میں ماں کو  
اسپتال لے جائیک وہ بڑی مشکل سے ایک گاڑی لے کر آتا  
ہے۔ اندر آکر دیکھتا ہے تو ماں کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ماں  
کی موت نے اس کے اندر سوچ کا ایک تیار کھولا کہ انکی سچی  
مانیں اور محبتوں کے درد سے تڑپ رہے ہوں گے اور  
انہیں اسپتال لے جاتے گا کوئی سہولت بخورے گا۔ یہ  
واقعہ پاکستان کے قیام کے بعد کے ابتدائی دور کا ہے۔ اس نے  
ماں کی موت کے بعد ایسویٹس سروس کا آغاز مختصر پیمانے پر  
کیا اور پھر اس کام کو اس حد تک بڑھاوا کہ آج پاکستان کے ہر  
علاقے میں چنگڑوں ایسویٹس اس خدمت پر مامور ہیں۔ اس  
عظیم انسان کا کام میرا استاد ابھی ہے جو ڈیڑھ انسانوں کے لیے  
مرہم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عوام کی حد سے عوام کی خدمت پر  
بھی رکھنے والے اس عظیم انسان کو ساری آغا علی عزت اور



کر رہی فرشتے نہ جانتے ہیں اور انہوں نے بھی سب فرشتے کیا۔  
 انہوں نے کہا کہ ایک دوسرے سے کچھ انکی باتیں سننے سے ہی  
 اللہ رب العزت نے انہوں کو دنیا میں بھیجا ہے۔ ان کوئی کو  
 ممکن نہ تھا کہ مجھ سے مجھ سے کروانے مقصود نہیں تھے اس کام  
 کے لیے تو انسان کے وجود سے پہلے ہی لکھتے موجود تھے۔

عظیم محمد معبود ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کراچی میں  
 ایک مدرسہ اسلامی کی دلت کو خاموشی سے کلاس کے کونے  
 کونے میں بیٹھ کر سوتے تھے۔ ہر دن ہاتھ پر سونے  
 والے لوگوں پر اس کی نظر پڑتی تھی۔ چوتھے دن ہاتھ پر سونے  
 والے شخص جب اس کے پاس سے گزرا تو انہیں اپنے جسم کا ہم بھی  
 معلوم نہ ہوا تو ان کے دل سے غصہ غمیں کے لیے اٹھ اٹھ  
 مڑا رہ گئیں۔

آپ بھی تیسرا انسانیت میں تھے۔ اگر اپنے وجود کا  
 احساس دلائل۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ہر حالت میں  
 ہے، اس کا فکرمند کر کے دیکھا ان لوگوں کی۔ اگر آپ  
 کی بارگاہ مستحق ہیں۔

آپ اپنے طالب علم ہیں۔ اپنے فرائض کاموں کا اہتمام اپنے  
 انہیں ہمارے سے کیجئے۔ اپنی نگاہ کے اس طالب علم کو دیکھیے  
 جو پڑھائی میں تیز رہے مگر اس کے اندر علم حاصل کرنے کا  
 شوق ہے۔ آج کے دن کے اسے کہ پڑھائی اور مطالعہ ہاتھوں کو  
 آسان انداز میں سمجھائیے اس سے یقیناً آپ کے علم میں بھی  
 اضافہ ہو گا۔

آپ کے والدین کی بڑی حالت انہیں ہے تو اپنے فرائض  
 ہمارے میں موجود کسی ایسے طالب علم کی خاموشی سے مدد  
 کرتے ہوئے اس کی فہم ہوا کہ، کیجئے جو اپنی فہم اور انہیں کر  
 سکتا۔ پورے خاموشی سے کی ہوئی تھی اور تھوکی کو سب سے بد  
 ہے۔ اس سے انسان بہکاری سے بچا جاتا ہے۔

جب آپ انہماک میں کامیابی کے بعد اٹھ اٹھ گاہوں میں  
 کچھ تو اپنی ان کتابوں کو بعد میں آئے والے کسی مستحق  
 طالب علم کو تحفہ سمجھ کر دے دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کا

پورا اس غصہ تھکے کو پا کر خوشی سے کھنگالے گا۔ اس وقت آپ  
 بھی ایک عجیب سی خوشی محسوس کریں گے۔

اس طرح کی اور کچھ بھی ہیں جو آپ کی شخصیت کو بلند  
 کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ان کے لیے راستے میں آسان ہیں  
 ہیں ان کے تیز رفتور اور بڑی بڑی گواہیوں کا اور بے جہاں ایک سے  
 زائد مطالعہ پر تحقیقی خدمات میں رہائش کی صورت میں ہر گویا  
 ہر آدمی کو جن چیزوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، مآبائی آفت کی  
 صورت میں خود کو فہم سے بچنے کے لیے پیش کرنا جیسے ہر فرائض  
 خدمت کی طرف میں آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مؤثر ہے میں  
 قدرتی نگاہ سے انہیں جانتا ہے۔

سبب ہر تفریق کے برعکس میں آتے ہیں اور انہوں کو  
 آسانی میں رہ کر جانتے ہیں۔ اپنے مواقع پر اپنی ضروریات  
 میں سے کچھ باتیں نکال کر صحبت میں دیکھا لوگوں کی مدد کیجئے۔  
 آزمائش میں دیکھا لوگوں کو نکالنے والوں میں شامل ہو جائیے یا  
 سبب کے لیے جانے جانے والے کچھ آپ ان کے لیے  
 مشکل لوگوں کے لیے کیا ہو اور ان کی اور کچھ سے پہچانیے۔ کچھ  
 دے لوگوں کو رات بھر بچھڑے ہوئے ہیں اور وہ لوگوں کو  
 اس کے گھر تک پہنچا بھی ایک عبادت ہے۔ آپ اپنے  
 علم کے ہم راہ ملک لوگوں کی ہائی مدد سے صحت کے کچھ  
 جان کر اس کو اپنی سہولت فراہم کر سکتے ہیں۔

کلی دنیا میں آپ اور زیادہ فکرمند ہیں ان لوگوں کو  
 انہیں دیکھ سکتے ہیں۔ علم سبکی ہیں مستحق مدد ہیں ان کے  
 ہر بھی سہ لوگوں کو سبکی کی مدد سے لوگوں کو سبیا کر سکتے ہیں۔ علم کا  
 شعور اپنا کر سکتے کے لیے اور وہ سبیا کو تعلیم سے بہرہ مند  
 کرتے کے لیے اپنی مدد آپ کے آگے آگے ہیں۔ اس کے باوجود  
 جہالت کا انہیں حیرانم کر کے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

دوسروں کے لیے آسائیاں فراہم کر کے آپ صرف  
 نکلن نہیں دیکھتے یا نہیں کے بلکہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کے لیے  
 طریق آسائیاں پیدا کرے گا۔

www.paksociety.com



ایک شیر دل سپہی کا قصہ



## ایسا بھی ہوتا ہے

حکایت میں

ایک فرنگی کے قریب تک لکات تمام ہوئے اور دشمن کے ہتھکڑیوں کو چھ کر سٹ کے مشن پر جانے والی پارٹی کا اعلان ہوا۔ سپاہی شیر جان بیٹے خوش فکر آ رہا تھا کیوں کہ اس پارٹی میں اس کا بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ اس کی خوشحال اور چالوں کا نظارہ دیکھ کر اس نے ایک لڑائی شروع کی۔

”صاحب! یہ سب کچھ ہے۔“ سپاہی شیر جان خوش خبری سننے پر اپنے ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔

”شیر جان! یہ سب کچھ ہے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“

”صاحب! آپ میری کامیابی کا سبب بنے۔“ فرنگی نے کہا۔ ”یہ ہاتھوں کاٹنے کے لیے آگے نکلا۔“



بیگمٹ کرنے کے بعد بخاری سے اس طرف بڑھا چوں "ٹینگ  
"ٹینگ پادٹی" میں شامل ہواں میں ہو رہے تھے۔

— — — — —

"میرے بہادر بھائیو آپ کو ایک ایسے عظیم مشن پر بھیجا  
جا رہا ہے۔ جس مشن پر قسمت والے ہی چلتے ہیں۔ دشمن  
بھڑا نہیں ہرستہ کئی گاڑیوں میں۔ اور سامان جنگ کے شہر  
میں بھی سہارا پڑا ہوا ہے۔ لیکن حق وہاں بھی اس جنگ  
میں ہمارا سب سے بڑا مددگار خدا ہے۔ اسی اللہ نے  
جنگ بدر میں ایک بڑا کافروں کے مقابلے میں تین سو تیرہ  
مصلحانوں کو فتح دیا۔ یہ کیا تھا۔۔۔ ٹینگ جنگ مشن ایک انتہائی  
خطرناک مشن ہے۔۔۔ اس مشن سے زندہ واپس آنے کے  
ایک وقت بہت کم ہوتے ہیں۔" کئی کھانڈے نے برعکس (مجم کی  
تفصیلات مانگے) کے بعد اپنے سامنے کھڑے دس جوانوں کو  
پادٹی ہادی بلانے شروع کیے۔ لیکن ان کے آخری چلنے کا اشارہ  
خوف ہی نہ تھی۔ ان کے چہرے پر اندھنی تھی۔

"جس قوم میں آپ جیسے بڑے آدمی پیدا ہوئے ہیں  
وہاں کی کوئی طاقت اس کا سر نہیں ہونے دے گی، مگر ان کی توجہ  
اور ہمت اس کا نشان ہوتی ہے۔"

"کئی کھانڈے صاحب یہ کہتے ہوئے چند لمحوں کے لیے اڑے  
اور پھر بولے "ہم سب آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔۔۔"

"لے لے لے آپ سب کو اس مشن میں کامیابی عطا فرمائے۔"

"آٹھ۔۔۔ سب جوانوں کے سامنے ایک وقت گزار

— — — — —

ٹینگ کے ٹینگ دس صحت مند "ٹینگ جنگ پادٹی"  
دشمن کے مورچوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ بخاری  
مورچوں سے کافی دور لگ گئے۔

"بھائیو یہاں سے ہم مختلف سمتوں میں بکھر جائیں گے۔"  
پادٹی کھانڈے نے کہا۔ "کئی کھانڈے صاحب کی برعکس کے بعد  
اس مشن کی خاص خاص باتیں ہیں۔ آپ سب کو بخاری  
میں۔۔۔ آپ نے مشن کے دوران ہر لمحہ حق کا خیال رکھنا

ہے۔"

"ٹینگ ہے صاحب" سب جوانوں نے ایک دہائی ہو کر  
کہا۔

"کام ختم ہونے کے بعد بخارا "رہنما جنگ پادٹی" میں  
مقام بخارا۔۔۔ حالات جنگیں ہونے کی صورت میں اس مقام  
کے ہمارے بہادر دست بکپ میں دھڑکتے کرنا رہ گئے۔ یہاں تک  
کئی جنگ۔ پادٹی کو بخارا سے جوانوں سے ہوا تھا۔

"نہیں صاحب۔۔۔ سب جوانوں نے بھی سر ہلاتے۔

"ٹینگ ہے اب تم سب پادٹی بخاری ایک دوسرے سے مل  
لو، ہم میں کون بخاری ٹھہرے گا اور کون شہادت کا رتبہ حاصل  
کے گا یہ اللہ جانتا ہے۔" پادٹی کھانڈے نے کہا اور سب  
ایک دوسرے سے ہاتھ کھیر ہوئے اور پھر مختلف سمتوں میں  
روانہ ہو گئے۔

— — — — —

پادٹی نے اپنی ساری باتیں سن کر ہونے کے بعد  
دشمن کے مورچوں سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا  
اور پھر "ٹینگ" پادٹی میں آگیا۔ آٹھ دشمن کے مورچوں  
کے آگ میں آتے اور دشمن کے جھنڈے جانا تھا۔ انصار کے  
دشمن نے اپنے ٹینگ اسی جگہ "ٹنگر" کے لئے دو کھینوں  
اور پیٹ کے بل بوتے پر لے لیا۔ انصار کے اندر میں آگے بڑھ  
رہا تھا۔ دشمن کے مورچوں میں راست کے وقت دیکھنے کی  
مددیت دیکھنے والے میں۔۔۔ دشمن کئی کی دور سے پہلے  
کے لئے آگے کافی لمبا ٹنگر گاڑا تھا۔ "ٹنگر" کے راستہ میں  
کی جان وروی کھینوں کے مقام سے پہلے گئی تھی اور اس کی  
کھینوں سے خون بہنے لگا تھا۔ لیکن وہ اپنی دشمن کا پکا تھا۔ وہ  
دشمنوں کی پروا کیے بغیر راستے کی مشکلات کو سمجھتا ہوا پکار  
دشمنوں کے جھنڈے کے قریب پہنچے۔ میں کامیاب ہو گیا۔ میں  
اسی وقت لڑائی کے بعد دیکھ رہے تھے اور وہاں سے گویا  
آگے جو اس بات کا اعلان تھی کہ "ٹینگ جنگ پادٹی" نے اپنا کام  
شروع کر دیا ہے۔





"شاہی، شاہی جوالو" سپاہی شیر جان نے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں کو دودھ کی اور اٹھ کر تیزی سے دوڑا ہوا ایک درخت کی آڑ میں آگھڑا اس کی ٹانگیں اور دگر کا چاکر لے کر وہاں پہنچا۔ اس کی فکر درختوں کے جھنڈ پر آکر ٹھہر گئی۔

شاہی نے تقریباً تیس گز کے فاصلے پر اپنی دانت میں چھپا کر اٹھ کر اس نے وقت ضائع کیے بغیر فوری طور پر اپنی کمر سے بندوق نکالتا اور اس کا گواہی کھینچ کر رکھا اور اٹھ کر کام لے کر دانت کا رخ بدل کر دل بلا دیتے والا دھمکا ہوا اور بدلتی کی لڑائی کا شیر کی طرح شعلوں کی لپیٹ میں آگیا۔

فوری طور پر کرنے کے بعد سپاہی شیر جان نے فوراً اپنی پوزیشن تبدیل کی اور تقریباً سو گز پیچھے ہٹا۔ اس کے بعد وہ منٹ کے دوہرے تکلف سنوں سے وقت بے وقت چھپا کر رہا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت تک "ٹینک ہتھیار پدلی" نے دشمن کی کیولری (ٹینک فورس) کو خاصا نقصان پہنچا دیا تھا۔ اتنی چوٹیں کھانے کے بعد دشمن کہاں غاصوش بیٹھا۔ اس نے اس وقت توپیں اور مشین گنوں کا فائر کھول دیا۔ اس کے ساتھ "پرا شوٹ رائلز" (دروشنی کے گولے جو کچھ دیر تک لہر میں معلق رہتے کے بعد چلے کر جاتے ہیں) بھی فائر ہونے لگی۔

ان کی دروشتی میں سپاہی شیر جان کو پانچ ٹینک دکھائی دیے جو بھارتی فوجی مورچوں سے چند گز آگے تھے درختوں کے پیچھے کھڑے تھے۔ اتنا "مالی" دیکھتے ہی شیر جان بے چین ہو گیا۔

لیکن فوری طور پر کچھ کر کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ایک تو ایک خود سے زور کھڑے تھے اور دوسرا بھارتی مورچوں سے نصب مشین گنوں سے لہو بہ لہو رہا بدل بدل کر فائر کیا جا رہا تھا۔ سپاہی شیر جان درخت کے پیچھے چھپ کر موقع کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد "پرا شوٹ رائلز" فائر ہوتا بند ہو گئے۔

بھول پر ایک بار پھر ہلکا ہلکا اندھیرا چھا گیا۔ سپاہی شیر جان کو کام دکھانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ اپنی مختلط انداز میں درختوں کی آڑ لیتا ہوا مشین گن پر سست کی آواز سے ہنسنے لگا آیا تو، لیکن اس سے مشین گن پر سست کی آگھوں میں دھول

جھونکنے کے لیے آتے جان پر کھینک کے ساتھ خط کے کڑے امتحان سے بھی گزرنا تھا اس مشین گن پر سست کے سامنے پختہ درخت تھے جو ایک دوسرے سے قدرے فاصلے پر واقع تھے۔ ان کے درمیان فاصلہ جھڑیاں تھیں۔ دوسری مشین گن پر سست سے اٹھ اٹھ سے "سست فائرنگ" کا سلسلہ جاری تھا۔ سپاہی شیر جان نے دو تین منٹ انتظار کیا اور پھر اسے کام لے کر فاصلہ جھڑیوں کے درمیان سے دھنکے ہوا آگے سرکے لگا۔ جھڑیوں کے سبز ٹوٹے کھٹکے اس نے جسم میں تیر کی مانتا چھ رہے تھے۔ سر کے اوپر سے مشین گن کی گولیاں مسلسل پڑ رہی گزر رہی تھیں لیکن وہ تکلیف اور خطرے کی پروا کیے بغیر اس نے کشش "ٹارگٹ" (ہدف) کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس "ٹارگٹ" کو پہلے کر پتہ بنا آتے کسی قیمت پر گواہی نہ تھا۔ بالآخر وہ دوسرے مشین گن پر سست کی آواز سے نکلے میں کامیاب ہو گیا۔ درختوں کے چھوٹے سے جھنڈ کے پاس پہنچ کر وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "فائر" اب صرف سو گز کی دوری پر تھا۔ اس نے اور دگر کا جائزہ لے کر پھلکا دیا اس کا راستہ لیکن نہیں۔ سو گز اس کے بعد دانت لاپر کھینچ کر رکھ لیا۔ وہ دانت کے پھلنے سے ڈلا تھا کہ پہلے وہ زوردار دھماکے ہوئے اور وہاں انہوں نے آگ پکڑ لی۔ سپاہی شیر جان کے چہرے پر بے اعتناء مسکراہٹ ابھر آئی اور اس نے جلدی سے اپنی نیچے والے تکیا میں سے ایک تکیا نکالنے پر مائل کر دانت کا رخ کر دیا۔

دھماکے کے دوران اس نے ٹکلی کی سی تھوکی سے پوزیشن بدل کر پہلی درختوں کے گھونٹوں کو نشانہ بن لیا۔ اس کے بعد دوسرا بھی اس کے تبدیل راستے پر تھوکی سے "ٹینک" کرنے لگا۔ اسی جلدی تھوکی میں ٹکلیوں کے قصبوں سے دھماکے کی آوازیں سنائی دینی لگی۔ توپیں اور مشین گنوں کے آگے ایک دم تیزی آ گئی۔ "پرا شوٹ رائلز" فائر ہونے لگے۔ اس سے سپاہی شیر جان فوجیوں کی ایک بڑی تعداد مورچوں سے آگے چلے آہواں کی جھڑیوں میں چاروں طرف گھٹل گئی۔ آخر کار اس نے ٹکلی کا احساس ہوئے ہی پانچواں دن لے دیا۔



الحمد لله



پتہ: ۱۰۰

10

11

11



آپ اپنی آنکھ سے پوچھتے۔  
 میں گھبرا کر کہتا ہوں۔  
 "وہ تو خیر ہم ضرور پوچھیں گے، ارے کیا کیا آنکھ سے ہاتھ نہیں دھو رہے؟" میں نے کہا۔  
 "وہ تو خیر ہم ضرور پوچھیں گے، ارے کیا کیا آنکھ سے ہاتھ نہیں دھو رہے؟" میں نے کہا۔

# چچا تیز کام لے کر کرکٹ کھیلے



میرا چچا

چچا تیز کام لے کر کرکٹ کھیلے۔  
 "میرا مالک، وہ... وہ... میرا مطلب..." میں نے کہا۔  
 "وہ تو خیر ہم ضرور پوچھیں گے، ارے کیا کیا آنکھ سے ہاتھ نہیں دھو رہے؟" میں نے کہا۔  
 چچا تیز کام لے کر کرکٹ کھیلے۔  
 "میرا مالک، وہ... وہ... میرا مطلب..." میں نے کہا۔  
 "وہ تو خیر ہم ضرور پوچھیں گے، ارے کیا کیا آنکھ سے ہاتھ نہیں دھو رہے؟" میں نے کہا۔

ایک چچا تیز کام لے کر کرکٹ کھیلے۔  
 "میرا مالک، وہ... وہ... میرا مطلب..." میں نے کہا۔  
 "وہ تو خیر ہم ضرور پوچھیں گے، ارے کیا کیا آنکھ سے ہاتھ نہیں دھو رہے؟" میں نے کہا۔  
 چچا تیز کام لے کر کرکٹ کھیلے۔  
 "میرا مالک، وہ... وہ... میرا مطلب..." میں نے کہا۔  
 "وہ تو خیر ہم ضرور پوچھیں گے، ارے کیا کیا آنکھ سے ہاتھ نہیں دھو رہے؟" میں نے کہا۔



"گیندہ اور تھاری ٹوپی اور انہیں پکارا ہم گھوڑوں میں دوڑاؤں  
کے دو ستوں کو دیکھتے ہیں۔" پھر چچا ٹوپی سر پر رکھتے اور گیند  
باتھ میں پکڑے گھومتے سے باہر آتے اور دھڑے پر گھوڑا اور  
اُس کے دو ست پہنچا ہی گیند لینے کے لیے کھڑے تھے۔  
"چچا تیرا کام... چچا تیرا کام... گیند دے دو۔"  
چچا تو ہم کو دیکھتے ہی سب تر کے پکار اٹھے۔  
"اگر آپ پر غور کروا گئی بھی کوئی کرکٹ ٹیم کی جگہ ہے۔"  
چچا تیرا کام نہ لے۔

"ابا جان! جلد سے... تو میں کوئی کرکٹڈ تو ہے نہیں، اب  
اگر ہم گلی میں نہ کھیلیں تو... وہاں کھیلیں۔" گھوڑے جواب دیا۔  
"تو ہے یعنی ضروری تو نہیں کرکٹ کھیلے۔ تم کوئی  
اور کھیل بھی تو نہیں کھیلے ہو۔" گھوڑے نے بھی کوئی کھیل  
نہ لیا۔ "چچا تیرا کام تو اسامانہ پکارا ہے۔"

"آپ کو کیا پتا کرکٹ کھانا دے دیتے ہیں؟ آپ نے  
بھی کرکٹ جو نہیں کھیلی۔" ایک لڑکا بولا۔  
"نہیں! اساتم نے، یہ آج گلی کے لوندے نہیں کر رہے  
ہیں کہ ہمیں کرکٹ کا کیا چک ادے پر غور دار اپنے وقت میں  
ہم اپنی ٹیم کے کپتان ہوا کرتے تھے، کپتان..."

"ابا جان! کیا آپ بھی کرکٹ کھیلنا کرتے تھے؟"  
گھوڑے نے حیرت کا اظہار کیا۔ میں اور ٹیم بے بھی حیرت  
ہوئے چچا کی طرف دیکھ رہے تھے اُن کے لیے یہ ایک نئی بات  
تھی۔  
"اور نہیں تو کیا، جادے بچے تو ہوتے جانتے ہیں" گھوڑے  
نے۔

"ہاں پھر تو آپ جانتے تھے کرکٹ کے پرانے گھوڑا  
کیا تھا۔" میں بول اٹھا۔

"گھوڑا ٹیم کی جیت کا اور دھڑا ہی ہم پر ہوتا تھا۔ ایک  
سر پر جادے گاؤں کا دوسرے گاؤں والوں کے ساتھ ٹیچا تھا۔  
گھوڑا ٹیم کو بیٹلے کے لیے ایک دور میں 40 رنز کی ضرورت  
تھی اور آخری بے باز بھی ہم ہی تھے اس پھر ہم نے وہ چھکے

لگائے وہ چھکے لگائے کہ سب ٹیٹل ٹیٹل تراٹھے اور ہم نے ایک  
دور میں 40 اسکور پورا کر دیا۔"

چچا تیرا کام اپنی دستاویز کرکٹ دیتے ہوئے بولے۔  
"کیا؟" یہ سن کر سب حیرت سے پڑ اٹھے۔  
"نہیں! اب ہاں ایک دور میں تو صرف یہ گیند ہی ہوتی  
تھی۔ آپ نے تو گیند میں 40 اسکور کیے دیکھا؟" گھوڑے نے  
تس سے پوچھا۔

"ہم نے تو گیند پر پڑنا پڑا اور اسکور پورا کر دیا۔"  
"لیکن چچا تیرا کام چھ گیندوں پر چھ چھکے لگانے سے بھی 40  
اسکور پورا نہیں ہو سکتا۔" گھوڑے نے کہا۔ "ایک لڑکا بولا۔  
"بھئی ایک گیند دانت گھوڑا ایک نو ہاں بھی تو ہوتی تھیں۔"  
چچا تیرا کام بھلا کہاں ہار ماننے والے تھے۔

"آپ تو پیچھے رہ گئے۔ ابھی کچھ دیر بعد پونڈر سنی کرکٹڈ  
میں ایک ٹیم کے ساتھ دھڑا ٹیچا ہے۔ ابھی ہم اسی ٹیچا کی  
پر ٹیس کر رہے تھے۔ آپ ہمارے امپائر بن جاؤ گے کیوں کہ  
تو نے پاس کوئی امپائر نہیں ہے۔" گھوڑا کی ٹیم کے کپتان  
جانتے نے کہا۔

"کیا کیا... ہم اور امپائر... تو... تو... بہت عرصہ  
ہوا کہ ہم یہاں پہنچے ہیں۔" چچا تیرا کام امپائر بننے کا سن کر  
خبردار ہوئے۔

"ہائے، ہائے، ہائے..." انہوں نے بلند آواز میں کہا تو سب  
فرستے بھی گئے۔ "ہائے، ہائے..." چچا نے کہا۔  
"امپائر... ابا... امپائر... ایک ہے۔" چچا بولے۔  
کچھ دیر بعد چچا امپائر بنے۔ دوسرے میں کھڑے تھے۔

میں نے باؤنڈری کی بجلی پائی تو اسی لمحے کام نے جلدی سے  
ٹو بال کا اشارہ دیتے ہوئے اپنا دیکھ دیا۔  
"یہ تو ٹو بالی والی تھی۔" باؤنڈری سے سب نے ہنسنا شروع کیا۔  
میں نے دیکھا۔

"ہم بھی تو یہی اشارہ کر رہے تھے کہ یہ ٹو بالی ہے۔  
مطلب یہ گیند نہیں ہے۔" چچا تیرا کام بولے۔



پاؤں نے کھٹے کھٹے سے اندر میں سر بلایا اور دوبارہ پاؤں  
 کرواں شروع کی۔ کچھ دیر تو چچا تیزگام اس کی پاؤں دیکھتے  
 لیکن پھر چچا تیزگام نے یوں غصوں میں کھڑا رہنا چھوڑ  
 دیا۔ اب مجھے ہی پاؤں نے گتہ کروائی اور بچہ پاؤں کے دروازے  
 سے گزرنے لگا۔ کوئی اور شخصہ غصہ میں بند نہ رہی تو چچا تیزگام نے  
 فوراً اپنے پاؤں کو تھپتھپائی اور اس کی آواز سنائی۔

کے ترجمہ کی آسانی سے فیض چائیں گے۔ ”محمود ہمدانی۔“  
 ”چراغِ حقیقہ“: ترجمہ رائیں ہاتھ کا کام ہے۔“



تھے۔ قرعہ جی ایسے خاموش  
تھے جیسے انہیں سانپ  
سہ گھ گیا ہو۔  
باؤل نے اتنی تیزی سے  
ساتھ گیند پھینکی کہ چاکر کو  
بھرتی نہیں آئی۔ یوں وہ  
گیند ضائع ہو گئی۔  
”چھانڈو میاں سے کھیلو۔“  
نعمان بھانپا۔  
”دھیان ہی سے تو کھیل  
رہا ہوں اگر مجھے گیند ہی  
نظر نہ آئے تو میں کیا کر  
سکتا ہوں۔“  
”بس اب ایک چھکے کی  
ضرورت ہے۔“ نعمان



مجم کے ڈکھڑکی آؤٹ ہو چکے تھے۔ اس وقت پکٹان ہی  
وکٹ پر کھڑا ہوا تھا۔ چچا بھڑگام چوں کہ دونوں طرف سے کھیل  
رہے تھے۔ اس لیے پکٹان کے ساتھ اب چچا بھڑگام کو کھیلنا تھا۔  
پکٹان نے ایک اور میں ایک چوکا اور ایک چھکا لگایا۔ یوں دسکورا  
110 ہو گیا۔ کھیل کالی سٹینی پھر مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔  
سب کی نظریں پکٹان پر لگی ہوئی تھیں۔ کیوں کہ چچا بھڑگام کے  
بارے میں تو سب ہی جانتے تھے کہ وہ کتنے ”مابیر کھواڑی“  
تھے۔ آخری اور کی کھلی گیند پر پکٹان نے ایک فورہ مارا جسے  
ٹکائی اور چوکا ہو گیا۔ اب بچے بچے کے لیے اتنی گیندوں پر  
صرف چھ رنز کی ضرورت تھی۔ محمود کی ٹیم کا جوش و خروش  
دیکھتی تھا۔ باؤل نے جیسے ہی دوسری گیند کروائی تو پکٹان نے  
تیزی سے ایک رن مارا۔ اب بچا لے باؤل کا سامنا کرتا تھا۔  
خوف کے باوجود ان کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ باؤل جیسے  
جیسے ان کی طرف بڑھ رہا تھا ان کے خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا  
تھا۔ پکٹان کے کہنے کے باوجود وہ بغیر بیٹ اور ہیلسٹ کھیل رہے

”سمجھا، مجھے چھکا لگانا تو میرے ہاتھیں ہاتھ کا کام ہے۔“  
”اب آخری گیند پر مجھیں چھ رنز کی ضرورت ہے۔“  
”اے صاحب ذہن نے تم فکر ہی نہ کرو۔ اب گیند میری  
طرف آئے گی تو میں اس کا ایسا سٹیر کروں گا کہ اسے پھیل کا  
دورہ وار آجائے گا۔“ چچا بھڑگام۔  
باؤل گیند کھاتے کے لیے چار قدم وہ تیزی سے وکٹوں کی  
طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے رانے قوت کے ساتھ گیند پھینکی تو  
چچا بھڑگام نے دیکھے ظہیر کہ گیند کدھر سے اٹھایا کھٹا رہا۔ ایسا  
کرتے ہوئے انہوں نے سر کو تیزی سے حرکت دی تھی۔ ان  
کے ایسا کرنے کا وہ بھی کہ گیند سے ان کی ٹوٹی سے تیزی  
سے ٹکراتے ہوئے ان کے سر کو لپو لپہاں کر گئی تھی۔ گیند گتے  
کا وہ بھی کہ فون کا ایک فورہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ انہوں  
دیکھ کر بچا بے ہوش ہو گئے اور وکٹ پر گئے ”سمجھا، چن، چن“  
کا راگ لاپنے لگے تھے۔





یہ بحیرہ کی ایک 4 فٹ 76 انچ لمبی ہے جب کہ سیدھا پارہ جس میں طبع ہے 42 فٹ لمبا ہے۔ درہ کی چوڑائی 3 فٹ ہے۔ یہ بحیرہ جس دھرتے پر دکھایا ہے اسی کی بلندی 55 فٹ ہے۔ اس بحیرہ کی چوڑائی میں 460000 فٹ کا پیمانہ (250000 پاؤنڈ اسٹیل) استعمال ہوئی ہے۔ اس بحیرہ کا جس اور بھی سطحوں پر ایک نٹوں پر بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بحیرہ آندھری کی اقل میں اس کی چوڑائی کے اسی اور سری سر کی دیا سطحوں میں بھی خوب کیے گئے ہیں۔

خیرش دانکہ، بھی نوانہ میں پیدا (Papaya) ایک گرم  
 پھل ہے۔ اس پودے کا ساق سیاہ (Carica Papaya)  
 ہے اس کا پھل (Candaceze) قلمی ہے جو ایک  
 سیدھے سے گنے پر مشتمل 5 سے 10 میٹر لمبا درخت ہے جس  
 کا فیروز پھل امریکہ سے ہے۔ اس کے پے 50 سے 70 پھل  
 میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ پھلوں کی لمبائی 14 سے 45 پھل میٹر  
 تک ہوتی ہے۔ جو ایک بڑا پھل ہے اس کی عمر بہت  
 طواری ہے۔ یہ پھل بہت سے امراض میں انسیر کی حیثیت رکھتا



جہ قوشہ (انڈیا) میں جہود کا رہنا تھا۔ یہاں پر وہ بھی  
وہاں کے اسی طرح کے کھانے کے علاوہ اور کچھ بھی  
نہیں کھاتے۔ یہاں پر وہ بھی وہاں کے کھانے کو کھاتے ہیں۔  
جہود سے ایک کدو بھی تیار کی جاتی ہے جسے "Pumpkin  
Ointment" کہتے ہیں۔ یہ کدو زخمیہ کی بھی جلد کے  
رنگ کا ہے اور بھلے جوئے (عسل) پر لگائی جاتی ہے۔ پانچواں  
بھارت اور ہندوستان کی خواتین اس کے برے بھلے سے کہتے

پس میں ایک لمبی درجہ رکھائی گئی ہے جو اس بات کی مظہر ہے کہ  
عکس کی تاریکی ختم ہوئی اور آزادی کا سورج طلوع ہوا ہے۔ یہ  
نہر (Upper New York Bay) ہے  
نہر ہے۔ یہ ایک درجہ ہے پر رکھا گیا ہے۔ یہ درجہ ہے  
نہر کے ہاتھ میں ایک درجہ ہے۔ یہ درجہ ہے  
درجہ 305 ہے اور ایک درجہ ہے۔ یہ درجہ ہے  
درجہ 10 ہے اور درجہ 16 ہے۔ یہ درجہ ہے













## وقت کی قدر

خیا تیری نے جمع کیا تھا  
ہنگ گیا ایک دن بارش  
بھرپ میں آئی تھیں وہ کھاتے  
اک لڑے نے دور سے دیکھا  
گرتے پڑتے ڈرتے ڈرتے  
بھوک اور سردی کا مارا ہوں

مٹکل وقت میں کچھ کھانے کو  
ٹپا کے اندر رکھا تھا وہ  
سینے میں تھامے دانتے دو دو  
نہ پکا تھا ہی وہ تو  
کچھ لگا پاس آ کر "بھتیو  
کچھ کو بھی کچھ کھانے کو دو

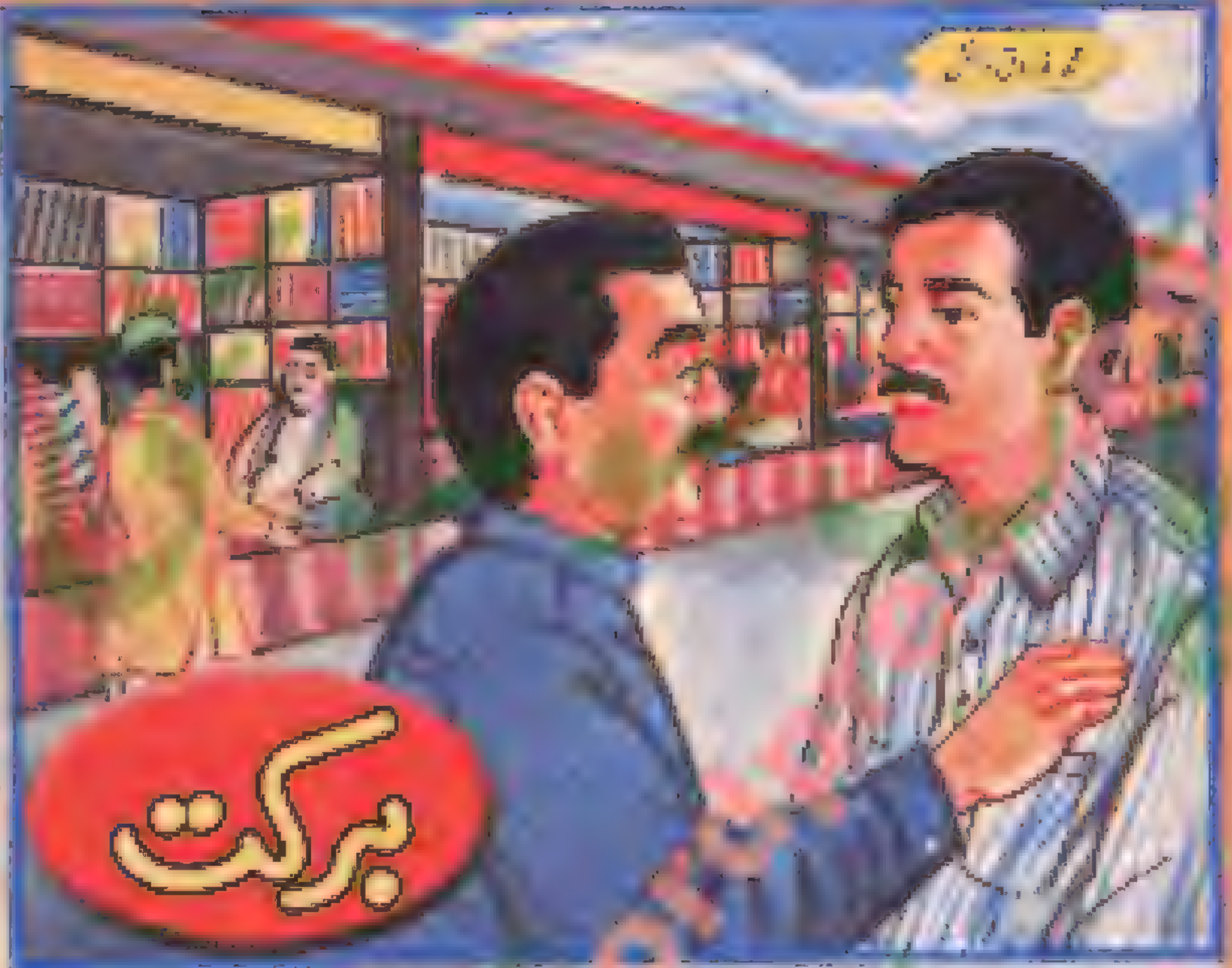
رحم کرو میں مر جاؤں گا  
بھری تیری حالت ہے دیکھو  
تو تھیں اس دن کے  
کوت کرتے کے دن کے

بھرے دل کا حال ہے پچھو  
بڑوں کے سائے میں بیٹھا  
سارا دن گاتا تھا میں تو

"بات ہماری بھیا سن لو  
سردیوں میں اب بچہ کے گاہے"  
وقت کو جو خالق کرتے ہیں  
کس کو ان سے اندر دہی ہو



ساروں سے اس  
دکان پر ایک  
تھکی تھک رہی  
تھی جس پر  
بائے داغ  
لکھوں میں  
"ایک دام، ایک  
کلام" لکھا ہوا  
قد بیچنے کی  
دکان پر آئے  
اگلے قدم  
لکھوں کو غم تھا  
کہ دکان کے  
نئی بھی بیکار



برکت

میں آئے اور وہ بھی کچھ کے بتا دیے، وہ تھی جیسے اس میں  
نئی بھی غم کا درد بولی تھی طور نفسی تھی۔

برکت صاحبہ اس اصول پر چلے سے گھر ہوتے تھے اور یہ  
اور ان کی کھانوں کے لیے ہی تھی کہ ان کے وہ سوتے،  
رہتے، اور تھکے ان کے اپنے بیکار بیوی کے لیے بھی تھے۔  
جو دام پر آئے، ان کے لیے ایک بار ملے کر دیتے، وہ پھر یہ  
تھکے ہو جاتا اور اس میں بھی تھکے ہو کر رہتا تھا۔ کھانوں کو  
ان بات کا بھی غم تھا، ان کے گھر پر تو ساری دکانوں  
کی آہستہ پڑا ہوا تھی اور ان کے ہاتھ وہاں کی دکان سے  
نہیں رہی کیا کرتے تھے۔ ان کی بہن ان کی انہیں غم تھا کہ  
اس دکان پر انہیں دیا گئی اور معیار بہت سی چیزیں ایک دام کے  
معاہدے تھے بھی، انہیں اور تھی بھٹی دیتا تھا۔

مادر میں کے واسطے سے بھی اس کا اپنا اصول تھا، اس  
کے لیے بھی ایک تھکی وہاں آویزاں تھی کہ یہاں اس کی  
روزانہ آواز سے آتی جاتی ہے۔ اس کے اپنے پر غلام کا روزانہ کا  
معاہدے سے کہ رکھا تھا اور اس کے مطابق وہ انہیں ہوا تھی کیا

"پھر میرا غم اس طرف گویا چار ہے، وہ اور میرا غم  
نہیں رہی اس دکان سے کر کے ڈر۔"

اپنے آئے بیکار کر ایک دکان کی چاب کرتے ہوئے یہ  
چپ کر سربراہ ساری طرف بٹانا چاہتا تھا۔

"اسے بھٹی بھٹی چن کے دوست کی دکان اس طرف  
بے بسی چلتے ہیں، ایسا وہم میں رہا ہے کہ یہاں کے۔"

اپنے آئے اس دکان کی غویں گوا کر آئے، یہ سے  
نہیں رہی کہ وہ چاہتا تھا۔

اور اس کا بھی تھی کہ اس کی ایک تھی تھی۔ یہاں ہی اس کے  
کھانوں کا کلام آئے، یہاں کی دیگر دکانوں سے غم کا دور  
بٹانا تھا، یہاں پر اس کے تھکے کی تھکے کی ساروں سے کر رہے  
تھے۔ یہاں کی تھی دکانیں اس کے ساتھ ہی ہو رہی تھیں، لیکن  
یہ وہاں کی دکان میں، انہیں میں آتا تھا، وہ کسی اور دکان  
پر نہیں ہوتا تھا۔

یہاں پر اس کی دکان کی ایک اور طرف سے یہ بھی تھی کہ  
برکت یہاں پر اس کے غم کا کوئی بھی نہ تھا، انہیں کیا جاتا تھا کہ



کرنا تھا۔ اگر کوئی ملازم بیٹے میں چادریں چھٹی کرتا تو اسے اس چادرلوں کی کوئی اجرت نہیں ملتی تھی۔ اسی طرح اگر وہ چند بچے میزوں کے دونوں میں ملازمین سے لہوہ کام کرتا تو اس کے کھانچے انھیں ہوائی کیا کرتا تھا۔ ملازمین کو اس معاملے میں اس حد تک مہربانی نہ تھی کہ وہ بچے کو کوئی اجرت دیتے تھے۔ یہ بات انھی ہی لکھی تھی کہ ان کا مالک ان کی ہتھ دانی اجرت کو روکتا نہیں تھا۔ ان دنوں وہ بچوں کا میز پر چل رہا تھا اور لوگوں کا ایک بہ خیر اس کی طرف سے تھا۔ بچے کو بچوں کو غصے سے لگاتے لگاتے جھک جاتے تھے۔ وہ بچے کو کہتا کہ تم بولنے میں لگتی آنا تھا۔ سید پرکتھو اپنے کو بچے کی سوت پر بیٹھا گاہوں سے رقم لیتے اور گھٹے میں مصروف رہتا تھا۔ وہ بچے سے پہلے پہلے وہ رقم بھی ہو جاتی، اسے غریبی طور پر اس کی برائی میں قیام کر دیا جاتا۔ بچے، رقم اس کو اپنی جان کے لیے ہر حال میں منوانے کے لیے آتی تھی اور ان کے ذرائع سے بچنے کے لیے بھی تھی۔ وہ اپنی کامیابی پر شکر و بھناؤ۔ خدا کا شکر تھا کہ اس کی دھرم سے اس کے لیے جاسم بھی ہے اور بچے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ گزرتے ہوئے اس کی دکان میں موجود رہتی دیکھتے اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ جاتے۔ بعض دکان واد جب کئی کئی گھنٹے فارغ ہوتے تو اپنے ملازم کو اشارہ کر کے پرکتھو کا تھکا چکر لگواتے اور مصلحت حاصل کرتے کہ وہاں کیا پڑھتے ہیں؟ اور جب انھیں خبر ملتی کہ وہاں تو کتاب اندر ہے ہیں تو وہ اپنی دکان پر کبھی آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی اپنی قسمت پر انھوں نے کہتے۔

یہ بات سید پرکتھو کے لیے کسی حیرت سے کم نہ تھی کہ وہ چار دنوں سے اس کی دکان پر رشتہ میں کچھ کی آہ شروع ہو گئی تھی۔ ایک روز وہی تو اس نے محسوس کیا لیکن میز پر ہوتے ہوئے جب وہ چادر دلی اور بھی اس کے گاہکوں میں یہ قدرتی کمی آتی تھی تو وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کی حیرت اس وقت اور بڑھ گئی جب اس نے اپنے ایک مشعل گاہک کو دکان کے پاس سے گزرنا دیکھ کر سلام کیا تو وہ ہاتھ ہلا کر آگے نکل گیا اور کچھ

دور آگے ایک اور کپڑے کی دکان میں داخل ہو گیا۔ پرکتھو کے لیے یہ بات کسی اچھے سے کم نہ تھی کہ ایک پرانا گاہک یوں اس کے ہاتھوں سے نکل جائے۔ کوئی وجہ تو ہو گی۔ اس کے دل کو دھڑکا پر گہری سوچوں نے قبضہ کر لیا۔ وہ انھیں سے گھر گیا تو رات آتے ہی نہ آئی۔ اس نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر اس وقت میں کیا کیا ہوا ہے کہ اپنا گاہک ہی میں سے گاہک ایک ایک کر کے اس سے دور ہوتے چھٹے گئے تھے۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی نہیں آ رہا تھا۔ غور اس سے کوسوں دور تھی۔

"کیا بات ہے پرکتھو! کیوں پریشان ہو؟" اس کی بیوی نے اسے پریشانی سے غلامی گھورتے دیکھ کر سوال کیا۔ "میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوں۔" اس نے اپنی پریشانی سے اپنی بیوی کو آگاہ کیا۔ وہ بھی کچھ دیر تشویش میں مبتلا ہوئی، لیکن جلد ہی اپنے شوہر کو تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"اس کی باتوں کو دل پر نہ لو۔ یہ وہ ہے۔ لیے آزمائش بھی تو ہوتی ہے۔"

"پرکتھو!..." اس نے ایک ہنکارا بھر کر کہا۔ اس نے اپنے آپ کو تسلی دی اور پھر سے سوئے کی کوشش کرنے لگا۔ اگلی صبح اس کی اکان کی حالت مکی ہی رہی۔ اگلے دو تین دنوں میں معاملہ ابھی بڑھ رہا تھا۔ اس پریشانی نے سید پرکتھو کا ہاٹ پر پڑنا چاہا۔ اس نے اسے ڈاکٹروں کے پاس بھجوا دیا۔ جانچ سے وہ لکھتے ہوئے دیکھ کر اسے حیرت زدہ کر دیا۔ اس کی دکانوں سے جس کی قشیں لگے۔ اس کے دکان سے کوئی دھڑ نہیں کیا تھا۔ اب پچھلے چار دنوں سے اس کے دکان میں چار دھڑ ڈاکٹروں نے اسے آرام کا مشورہ دے کر اسے گھر پر رہنا بتایا تھا۔ انھیں آرام کی حالت میں بھی اس کے دکان سے کسی بھی چیز کا پھوڑا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں دکان کے سب کام اپنے ملازم دھڑ پر ہی دکان کے معاملات چلا رہے تھے۔ کیش کی تفصیل اور میل رجسٹر تانے کے لیے رات کو دھڑ صاحب کو







# قلم

ہاں ہو کیا بھلا عورت قلم کی  
ہے لازم دوست عزت قلم کی  
کتابت کا ہر ہم کو سکھانے  
قلم خلق فرمایا خدا نے  
کرشم پھر قلم نے یہ دکھایا  
کلام حق ہمیں سکھاتا سکھایا  
بیٹھ سچ ہی لکھتا تم قلم سے  
پھلو پھولو کے تم اس کے کرم سے  
جہاں میں گر وجود ہوتا اس کا  
نما ہیں پھر ہری کون نعت  
اسی کی ہیں بہاریا مدرسوں میں  
وکانوں ، کارخانوں ، دفتراں میں  
تیا ہے حد یہ احساں ہے قلم کا  
یہ احساں بھی نمایاں ہے قلم کا

پہلا نمبر





## شاہ خاں آفریدی



تھی۔ کچھ دن بعد میں بھائیوں میں ان کا چوتھا انجمن ہے۔ شاہ آفریدی کے والد اہل پل کھیا کرتے تھے کرکٹ کے کھیل سے انہیں محنت تفریح تھی۔ جب شاہ آفریدی نے کرکٹ کھیلنا شروع کیا تو والد کے ہاتھوں ان کی خوب پکائی ہوا کرتی تھی۔ انہیں بالکل پڑاؤ نہیں تھا۔ جب کہ شاہ آفریدی کی خواہش تھی کہ جانے کی تھی۔ شاہ آفریدی نے کرکٹ کی ابتدا کھیلوں میں کرکٹ کر کے ان کی رہائش گاہ کی علاقے لیوا میں لیا گیا تھا۔ انہیں وہاں رہا گیا۔ وقت اور ان کی تعلیم ان کی اسکول میں شروع ہوئی تھی۔ انہیں تعلیم انہوں نے کرکٹ کے علاوہ دیگر کھیلوں میں بھی حاصل کی۔ وہ بہترین ایتھلیٹ تھے۔ وہی چپ اور رنگ چپ میں بھی ان کی پہلی پوزیشن آتی تھی۔ انہوں نے شاہ آفریدی کھیلوں کے دلالت تھے۔ ان کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے، انہوں نے قرآن پاک کو بارہ سال کی عمر میں ختم کر لیا تھا۔

کویت میں یہ رہے، والد شاہ آفریدی نے آٹھ سو سال کی عمر میں کرکٹ کھیلنا شروع کیا۔ 14 سال کی عمر میں

دہلی کے کرکٹ کے بھڑی آل راؤڈر شاہ آفریدی کی تعلیم 1980ء کو غیر انجمنی کے علاقے دہلی میں پڑھا ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق غیر انجمنی کے علاقے دہلی سے ہے۔ شاہ آفریدی کے پڑاؤ پر آف بھوان دلی آئے تھے۔ ان کی محنت کے بعد شاہ کے دو بچے آف بھوان کی گدی پر بیٹھے تھے۔ ان کی قوم گجر خیل جب کہ آفریدی ان کے قبیلے کا نام ہے۔ اس قبیلے کی بارہ شاخیں ہیں۔ شاہ آفریدی کے والد امیر الہ آباد بہت بڑے سردار تھے۔ وہ سرگرمی میں قبیلے کا سربراہ تھے۔ انہوں نے ان کی شاخوں میں بھی حصہ ہا تھا۔ مگر یہ ان کے قبیلے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ان کا قبیلہ تمام معاملات میں اسلامی قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہوتا ہے۔ ان کی پہچان تھی۔

شاہ آفریدی کے والد صاحب زورہ افضل افریدی کاروبار کے سلسلے میں 1967ء میں کراچی آئے تھے، وہ کاروبار کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ 1981ء میں انہوں نے اپنی فیملی کو کراچی والا لیا۔ اس وقت شاہ آفریدی کی عمر تقریباً ایک سال





چاندو اعظم ٹرائی ٹریٹ لٹو کر کٹ چکے ہیں شپ کے لیے کرچی  
کریں کی ٹیم میں منتخب ہوئے۔ 1998ء میں توئی اور 19  
کریں شپ میں کرچی کی جاب سے معذور کردگی پیش  
کرتے ہوئے انھیں حاصل کر کے کی وجہ سے شاہد آفریدی کی  
ایسٹ انڈیا کے دوسرے کے لیے پاکستان کی اور 19 کرکٹ ٹیم  
میں منتخب کر لیا گیا۔ جب ٹیم کا سٹیٹس ہو رہا تھا تو سلیکٹر ہارون

رشید تھے جو کر  
بعد میں اس ٹیم  
کے کوئی بھی  
بندہ وہ شاہد  
آفریدی کے  
تھیل سے بہت  
مٹا رہے۔ اس  
سے ٹیلی شاہد  
آفریدی نے  
آندرٹین  
آئیڈی کے  
غلاف بھی بھی  
نہیا تھا اور پھر  
انھیں کی اسے  
ٹیم کے غلاف  
بھی اس کی



کر پاکستانی ٹیم میں انھیں شامل کر لیا گیا۔ پہلی مرتبہ قومی  
کراٹ ٹیم میں شاہد آفریدی کی کو یہ عظمت ایک ایسا شامل کیا گیا  
تو انھیں کے چار نئی ٹورنٹس میں ایک ایسا شامل کیا گیا  
ان کے دو ہانے کی وجہ سے شاہد آفریدی کی نو ہانے بنیادوں پر  
پاکستان کراٹ ٹیم میں شامل کیا گیا تھا۔

12 اکتوبر 1998ء کو شاہد آفریدی نے انھیں کے خلاف اپنے

نہایت کا پہلا ایک  
دوسرا ٹیم بھی  
کھیل جس میں  
کی ایک ٹیم  
آئی۔ 4 اور تو  
سری لنگا کے خلاف  
اپنے کیرئیر کے  
دوسرے ہی ایک  
دوسرا ٹیم بھی  
میں جو کر لیا گیا  
میں تھا کیا تھا شاہد  
آفریدی نے اپنی  
دھماکا دھماکا اور  
بادشاہی ٹیم سے  
صرف 37 گیندوں  
پے 11 چکوں اور 6

چوکوں کی 14 سے 1000۔ اس کے باوجود اس کی تو یہ اپنی  
جانب سے وہی کرائی اور تیز ترین کی جاکر بولڈ دیا اور کراٹ  
کے اہم شہرت کے آسمان پر لکھو ایک اس سے پہلے یہ دیکھا  
سری لنگا کے سچے سوبھا کے پاس تھا جو انھوں نے پاکستان کے  
غلاف دیا تھا۔ آفریدی نے ان کا دیکھا تو کراٹ کو جیت کر  
وہاں بہت ایک گیند کے طرق سے سوبھا کی تیز ترین  
پٹری 17 گیندوں پر مایہ دیکھا تو کراٹ کے ان کی آفریدی  
نے 18 گیندوں پر لکھی تھی، لیکن ایک دوسرا دیکھا کے

کار کردگی خاصی تیز تھی اس وجہ سے ویسٹ انڈیز کے  
دوسرے پر ہانے والے جو تیز ٹیم میں ایک ہائی ایک وجہ یہ بھی  
تھی کہ انھوں نے اور 19 کرکٹ ٹیم میں بہت اچھی کار کردگی  
دکھائی تھی اور اپنے ہم عمر کھلاڑیوں میں سب سے اچھے ایک  
ایسا تھے جس کی وجہ سے شاہد آفریدی کو مسلسل سو فی  
رہے تھے۔ ویسٹ انڈیز کے دوسرے پر چار چکوں میں مجموعی  
اور پے 24 دیکھیں حاصل کیں جو ایک سب سے بھی  
پٹری اسکور کی تھی۔ ویسٹ انڈیز میں ہی انھیں خوش خبری ملی



ہائیک ضرور بن گئے۔ یہ ایک روزہ کرکٹ میں سب سے کم عمری میں جانی جانے والی بچری تھی۔ اس وقت یعنی 4 اکتوبر 1996ء میں آفریدی کی عمر 16 سال اور 217 دن تھی۔ اس دن میں گیارہ طرفوں نے اپنے اپنے ٹیمز میں شامل تھے۔ اس سال 167 دن پہلے جب سہ ماہیہ نے صرف 48 گیندیں پر بچری اسکور کی تھی تو آکر بڑے کامیاب تھا کہ اس بچہ کو ایک عرصہ تک نہ توڑا جاسکے اور شاید آفریدی نے سری لنکا کے خلاف ہی اس کا اثر کو ملک یوں شائقین سے بچھا چور کر دیا۔ الی پاکستان کے لیے یہ بچری بہت سہ ماہیہ تھا کہ پاکستان کو فتح حاصل کرنے اور فائنل میں پہنچنے کے لیے۔ مگر انہوں نے 200 سے زائد چھ لگا کر عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ بعد ازاں میں کھیل جانے جانے وال 102 رنز کی تک بہت پر کار ہے جس میں آفریدی نے 9 دورہ چھ لگائے اور اسی ٹیم میں شری آفاق کشمیر اور سابق بھارتی آل رنڈر کوہلی شاستری نے ان کی تمام بولنگ آفریدی کے خطاب سے توڑا۔ جو کہ نہ صرف آفریدی کے ان کے مداحوں کے لیے بلکہ ایک اعزاز ہے۔ اپنے لیے ان کے ابتدائی دو دہائی برسوں کے دوران شاید آفریدی پاکستان کی جانب سے 70 کے قریب ایک روزہ میں 44 تواریں ٹیم کھیل چکے ہیں، لیکن انہیں کسی ٹیسٹ ٹیم میں پاکستان کی نمائندگی کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ بھی ایک ورلڈ ریکارڈ ہے کہ ان کے آٹھ ٹیم کے کپانی بھی کرکٹ میں کوئی ٹیسٹ ٹیم کھیلے اس کے زیادہ دن اسے ٹیم میں کھیلنے کا موقع ملا۔ بعد ازاں انہیں 2004ء میں ٹیسٹ ٹیم میں بھیجے گئے۔ مگر 2003ء کے مانی کپ اور بھارتی ٹیموں کے خلاف کپ 2007ء کے عالمی کپ میں بھارت کے ہاتھوں شکست، ٹیسٹ میچ میں کھیلے گئے عالمی کپ 2007ء میں آفریدی کی ٹیم سے شکست شاید آفریدی کے کیرئیر کے تاثرات کواد واقعات ہیں۔

2010ء میں آسٹریلیا کے دورے پر ٹیم کی عدم موجودگی میں پرچہ میں کھیلے جانے والے آخری دن اسے ٹیم میں پاکستان کی قیادت شاید آفریدی کو کرنے کا مواقع ملا تو

اس دوران انہوں نے جذبات میں آکر گیند کو چھوڑا جس پر انہیں آئی سی سی نے دو بچوں کے لیے میں کر دیا تھا اپنی اس بلا حرکت پر بھاری قوم سے انہوں نے معافی مانگی بعد ازاں پاکستان کرکٹ بورڈ کی انہوں نے آسٹریلیا کے خلاف شکست کی وجوہات تلاش کرنے کی فرم سے جو رپورٹ دی اس کی روشنی میں پاکستان کرکٹ بورڈ نے شاید آفریدی کو انہیں ایک روپے کا جرمت کیا، لیکن اس کے بعد 23 مارچ 2010ء کو پاکستان کرکٹ بورڈ کی جانب سے ایک بار پھر آفریدی کو نئی قوانین اور دن کے آخر ٹیم کرکٹ نیم کا پتہ دیا گیا اور اسی دن شاید آفریدی کو صدر پاکستان کی جانب سے پراکٹ آف پرفارمنس کا ایوارڈ بھی دیا گیا۔ شاید آفریدی نے مشکل وقت میں ٹیم کی قیادت سنبھالی اور ٹیم کو شکست کی روپے کا حریف کیا۔

آفریدی نے 2009ء میں گوروں کے دل میں کھیلے جانے والے دوسرے ٹوٹی ٹوٹی ورلڈ کپ میں اپنی شان و شو آل رنڈر کارکردگی سے پاکستان کو ورلڈ ٹیموں میں مرکزی کردار بنایا تھا۔ کرکٹ دنوں کی بی بی سے شاید آفریدی کو میڈیا کی غیر ذمہ دارانہ رپورٹ دینے کی پاداش میں پکڑی سے بچا دیا۔ دوسری جانب شاید آفریدی نے بھی موجودہ بورڈ کی موجودگی میں کھیلے گا نہیں کیا۔ پھر بات سندھ ہائیڈرو پاور کپ، ان صورت حال میں اعلیٰ حکومتی عہدے والوں نے بورڈ اور شاید آفریدی کے مابین سرد جنگ کے خاتمے کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ انہوں نے قوم کی سچے حواس میں ہے کہ شاید آفریدی کی طرح عرصہ تک کرکٹ کھیلنے کے لیے نہ ہو سکے، چھ لگائے اور اسے لگے دیکھنا ہائیک۔ یہ کیا بات ہوگی کہ آفریدی کے کھیل میں ٹھیکر آیا تو وہ کرکٹ سے الگ ہو گئے، ابھی تو ٹیم کو ان کی ضرورت ہے۔ شاید خان آفریدی ان دنوں انہیں پیشہ کار کاٹی کھیل رہے ہیں انہیں غلامی ہے کہ وہ پہلے کی طرح پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے شاندار کھیل سے پاکستان کی ٹیم کو کامیابیوں سے ہم کنار کریں۔





راشد علی قلوب علی

تاکہ آسانی رہے۔  
پہلوں میں اپنے اپنی  
کی باتیں بہت غور  
تے میں رہا تھا۔ وہ  
صاحب نے ہر کچھ  
تو دیکھا تو دیکھی  
بات یہ کہ تمہارے  
پاس علم تو کون ہے کہ  
علم والا جہاں جاوے  
بے لوگ اس کی  
قدر کرتے ہیں۔  
پہلوں سوچنے لگا کہ  
اس کے پاس تو علم  
بھی نہیں، میں تو

## کہانی ایک سپاہی کی

صرف پہلوں میں رہا۔

تیسری بات یہ کہ وہ کچھریں آواز دیکھا جو پا کوئی ایسا ہر  
تھا کہ جہاں جاسے اس ہر کو استہلال میں اسے نور روزی  
کھائے۔ عقل مند سمجھتا تھا کہ اگر روزی دیکھے وہ اپنے شیر سے  
نہیں نور میں چلا جائے تو اپنے ہر کی وجہ سے وہ تکیف نہیں  
لگائے گا اور اگر رستم پہلوں کیسے چلا جائے تو وہ بے ہر سے  
اس لیے ہوگا سوئے کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ صرف پہلوں  
آئی ہے، تمہارے پاس کچھ ہے؟  
درست نہیں، تم سبھی غلط ہو، اگر کے روزی کا بندہ دیکھتے  
تو کہہ "اپنے دیکھنے کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ شاید وہ ستر سے  
پار آجائے۔

اپنی بات سن کر میں نے کہا: "اے اما جان! میں پہلوں  
ہوں، میرے سامنے اگر کوئی بات بھی آجائے تو میں اس کا تہلہ  
کر رکھا ہوں، قصبہ پاک شیر سے لڑ رکھا ہوں، پس میں ہوا  
ہوں کہ میں ملک ملک کے ستر کروں۔ میں یہاں کی ملک دوست  
سے جائز آگیا ہوں۔ اگرچہ میں اپنے شیر سے چھ چاہی گا، لیکن

تمہاری اچھے اچھے دین کہ میں اور کسی ملک چلا جاؤں۔  
ہاں روزی تھاؤں۔" ایک پہلوں نے اپنے والد صاحب سے کہا:  
"بیٹا! ایسا خیال دلی دہائی کے نکال دے اور ملک پر کھائی  
جائے وہی روزی پر قناعت کرو۔ یہیں میر نور ملکوں کے ساتھ  
کام کر کے روزی کھاؤ۔" والد نے بیٹے کو سمجھایا۔

پہلوں نے ستر کے فوائد کھاتے ہوئے کہا: "اما جان! ستر  
کرنے کے بہت سے فائدے ہیں، دوسری جگہ کام کرتے سے  
لینے فائدے کی امید ہوتی ہے، ہر شے خوب و شراب بخیر  
دیکھنے کو ملتی ہیں اور آدمی اسکا ہاتھ میں لے سکتا ہے جو پہلے نہیں  
نہیں سنی ہو تھی، مختلف ملکوں کی سیر ہوتی ہے، دوستوں سے  
ملاقات ہوتی ہے، علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ مال بھی بڑھتا ہے  
اور نئے نئے تجربات سامنے آتے ہیں۔ اگر آدمی ستر اختیار نہ  
کرتے تو تکمیل رہتا ہے۔"

"بیٹا! یہ لھیک ہے ستر کے بہت سے فائدے ہیں، لیکن اگر  
پتہ پاتھیں ہوں تو پھر آدمی ستر اختیار کرتے، تمہارے پاس  
بہت سامان ہو جس کو گو ستر میں استعمال کرے اور خادم ہوں



میں اسی شہر میں بھی جاؤں گا اس کو میرا ہی شہر سمجھا جائے۔  
 مکانوں میں رہتا تو مایں دلوں کا کام ہے، لیکن جو فقیر اور تنگ  
 دست کو گا چھٹی رات ہو گی وہیں اس کا مکان بن جائے گا۔"

آپ نے جب دیکھا کہ بیٹا بھلا ہے تو اس نے بیٹے کو سفر  
 کی اجازت دے دی۔ کچھ دنوں بعد پہاڑی سفر پر روانہ ہو گیا۔  
 پہلے پہلے ایک آدمی کے گھارے پہنچے، وہاں میں ٹھہرائی آئی ہوئی  
 کشتی اور پانی کو کھینچنے والی اور تنگ ستی سے رہا تھا۔ وہاں چار  
 پانی کے فرد پر کھڑے تھے۔ ایک بڑا بچہ پہاڑی کھڑا سوچ  
 رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے گا؟ اسے نام ایک کشتی نظر آئی، جو کہ  
 کشتی میں بیٹھے تھے پہاڑی کی اس کے پاس پہنچ گیا اور پہاڑی کی  
 منت سماعت کرنے لگا کہ میرے پاس رات نہیں ہے، تو مجھے رہا  
 پا کر اسے۔ پہاڑی نے پہاڑی کی ایک۔

جب پہاڑی نے عورت جاہزی کی تو کہا کہ اسے  
 پہاڑی تو تم کے بغیر کسی پر تار نہیں چلا سکتا۔ اس نے اسے پاس  
 کشتی کا کرایہ نہیں ہے تو اسے فطرت کے بل بوتے پر تار  
 پار نہیں کر سکتا۔ کہا فائدہ دیر ہی طاقت کا؟ جا کر ایہ۔  
 پہاڑی کی باتیں سن کر پہاڑی بھڑک اٹھا۔ اس سے پہلے پہاڑی

کہہ کہ پہاڑی نے کشتی چھوڑ دی۔

"تم میرا یہ لباس لے لو اور مجھے اپنی کشتی میں سوار کر لو۔"

پہاڑی نے تار سے کہا۔  
 پہاڑی لائی میں کشتی، وہاں لے آیا۔ ماں کی طرف سے منہ  
 آوی کو ہے، توقف بتا رہی ہے۔ عرض کی ہے تو چڑیا اور گھل  
 جاتا میں بھڑک جاتی ہیں۔

بیسے ہی پہاڑی نے کشتی کے دروازے پر لگائی تو پہاڑی نے اس کا  
 گریہنا کار کیا اور مارتا شروع کر دیا۔ کوئی کڑی بھی آگے نہ بڑھا  
 کہ وہ پہاڑی کو بچائے۔ آخر وہ یہ پہاڑی کے قدموں میں گر پڑا  
 اور پہاڑی سے معافی مانگی اور کہا "آپ بغیر کرایے کے کشتی میں  
 بیٹھ گئے ہیں۔" پہاڑی کو اس میں غیر نظر آئی کہ وہ پہاڑی کو  
 کشتی میں اٹھا لے۔ کشتی دوبارہ روانہ ہوئی۔ پہلے پہلے کشتی رہا  
 میں بت ایک مکتوب کے پاس آئی تھی۔ یہ مکتوب ایک بھائی سے  
 تھیں کر لیا تھا۔ اس پر پ۔ مشکل ایک کوئی کھڑا ہو سکتا تھا۔ مکتوب  
 کہتے گا۔

کشتی میں لوہا پیلا ہو گیا ہے۔ تم لوگوں میں سے جو سب  
 یہ فریاد طاقتور ہے وہ اس مکتوب پر چڑھ جائے اور کشتی کو





مضبوطی سے بچو۔ چھ مہینے طویل چاہئے کہ وہاں کے  
بہانوں سے بچو۔ ایک ایک ٹکڑے ٹکڑے بنیں۔"

پہلوں کو اپنی طاقت پر اکتفا وہ اپنے دشمن کی چال سے کچھ  
بھول گیا کہ اُس نے ملاج کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔  
پہلوؤں نے کشتی کی مری نگاہی اور ستون پر چڑھ گیا۔ جوں ہی وہ  
ستون پر کھڑا ہوا ملاج نے کشتی چاروں طرف سے پہلوئے کمری  
پھوڑتی پڑی کہ: "مگر دوری سے کھڑا تو دیر میں جا کر رہے۔"  
پہلوؤں کشتی کو چاہا دیکھ رہا تھا۔ پہلوؤں سمجھ گیا کہ ملاج نے جو  
موتی مانگی تھی وہ سب دیکھ لیا تھا۔ پہلوؤں بھول گیا تھا اگر کسی کو  
ایک بار تکلیف پہنچائی ہو اور وہ نہ دے تو اس  
کے بے خوف دشمنی سوتا چاہیے۔ میرا دشمن سے کشتی بھی چائے تو  
اُس کی تکلیف باقی رہائی ہے۔ ملاج نے بہر حال سے اپنی پہلانی  
کا بدلہ لے لیا تھا۔ پہلوؤں دو دن اسی ستون پر رہا۔ پہلوؤں کو بھوک  
اور شعلہ جانتے سے ہو رہا تھا۔ چاہا کہ کشتی سے اُتر جائے  
کیفیت جاری ہو گئی اور وہ ایک جھینگے سے پہلانی میں جا کر رہا۔  
پہلوؤں نے اپنی رات دیر میں رہا اور صبح کے وقت پانی نے اُس کو کھڑے  
پر پھینک دیا۔ زندگی کی رشتی ابھی باقی تھی۔ سب پہلوؤں کو ہوش  
آیا تو سورن کی کرشمی ہر نو چھٹی رہی تھی۔ پہلوؤں کو بھوک  
شکاری تھی مرنے لگا تھا کہ اس نے گھاس اور جڑی بھاکر  
بھوک مٹائی اور کھجی آبادی کی تلاش میں نکلی کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے  
سے پہر کا وقت ہو گیا، لیکن کوئی آبادی نظر نہ آئی۔ ایک جگہ  
لوگوں کا جھوم دیکھ کر پہلوؤں کی چوٹی میں چوٹی آئی۔ پہلوؤں نے  
ایک کرچہ ٹوک ایک شربت والے کے پاس کھڑے ہیں۔ اور  
ایک اشرافی کے بدلے شربت کا گلاس پی رہے ہیں۔ پہلوؤں بھی  
چوٹی کے کھانے پر مت مائل رہا تھا لہذا اُس کو پیاس لگن سنانے لگی  
تھی۔ یہ منظر دیکھ کر وہ بھی شربت پینے والے کے پاس چلا گیا  
اور شربت بہت کر رہا کہ اسے لگن ایک گلاس دیا جائے۔ لیکن  
انہوں نے پہلوؤں کی بات سنائی کہ وہ اسی پر کوئی ترس نہ  
کھایا۔ پہلوؤں کو غصہ آگیا اُس نے شربت والے کو مارے شروع کر  
دیا۔ سب دوسرے لوگوں نے یہ دیکھ کر پہلوؤں پر ٹوٹے چڑے اور

## آنکے پاس سے گزریں

دب وں ٹیپاں احمد نو ہانگی تو غصہ بک شیر کی کھول  
بھری تو جی ایسی رہے۔

پہلوان ابھی سے گرہنا ہوا تھا اور ایک طرف تو وہ لپٹا  
 زور سے ایک ٹھٹھک چا رہا تھا۔ وہ ابھی تھکے کے ساتھ ہو  
 لپٹا۔ رات ہوئی تو تھکے نے ایک جگہ چلا ڈالا۔ تھکے والے  
 پریشان تھے کیوں کہ اس طرف سے ڈاکوؤں اور چوروں کا خطرہ  
 تھا۔ پہلوان تھکے والوں سے کہنے لگا: "خوف نہ کرو میں  
 تمہارے اوپر یقین رکھتا ہوں میں اکیلا ڈاکوؤں کا مقابلہ کر سکتا  
 ہوں۔" تھکے والوں نے اس کے ذیلی دلی کو دیکھتے ہوئے اس  
 کا یقین کر لیا۔ گوئی پہلوان کی اسیجیوں سے تھکے والوں کی  
 احادیں بندھ گئی۔ انہوں نے پہلوان کی خوب خاطر دھارت  
 کی۔ اسے کھانے کی بھترین چیزیں میاں کیں۔ پہلوان نے خوب  
 سیر ہو کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس پر سستی چھانے  
 لگی۔ وہ وہ نیند کی راہی میں چلا گیا۔ تھکے میں ایک تجربہ کار  
 یوڈھا بھی تھا۔ اس نے تھکے والوں سے کہا:

”اے قاضی دادا! تمہیں چوروں سے تباہ و اسفل پهلوان سے  
 ڈرنا ہے۔ کہیں کہ ایک مرتد ایک قریب آدمی کو دولت ملی  
 گئی۔ اس نے اس کے بارے میں نہ آئی تھی۔ اسی نے چوروں  
 کے ڈر سے اپنے آپ دوست کو اپنے گھر پر لے کر دوست کچھ  
 دن تو اس کے ساتھ رہا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ اسی کی دولت  
 کہاں ہے۔ ایک دن اس نے اس کی تمام دولت سے لے کر  
 بھاگ گیا۔ مگر جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو یہ کہہ کر  
 ”تمہاری دولت چور لے گئے ہیں۔“ تو قریب آدمی نے جواب  
 دیا ”میں نے اس قسم تمہاری لے گیا۔“ جس سے یہ سمجھا کہ یہ  
 بھی چوروں کا ساتھی ہے اور جب قاضی اسے دیکھا تو  
 یہ اپنا کام کر چکا تھا۔“

”اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“ ایک آدمی نے سوال کیا۔

سپیری، بلو تو اسے سوتا کھڑا اور ہنسا مگر چارٹی نہ کھینچا۔

تھانے والوں کو بوڑھے کی جگہ پہنچانے کی کوششیں کر رہا ہے۔



قرب محسوس ہوا انہوں نے خود اپنا سفر شروع کر دیا پہلوان چلا  
ہوا رہا وہ تب پہلا جب سورج چمک رہا تھا پہلوان نے ابو عمر  
پر دیکھا لیکن کانٹے داروں کا ہمدردانہ لہجہ تھا پہلوان ہلکی  
صوت سے عرض کیا اے شیخ ہو چلا تھا کہ وہاں ہلکی سی  
میری آواز آئی کہ میں کو ہلکی سے لگانے کا کوئی راستہ نہ مل رہا  
تو آخر میں مجھے مل گیا کہ تیرے

ایک ٹیڑھے نے اسی کی ساری ساری عمر لی وہ قریب تھا  
 سے گزر رہا تھا۔ دراصل ٹیڑھا وہ غلام تھا جسے کرتے اپنے ٹیڑھے  
 سے چھڑکا تھا۔ پہلوؤں کی بات میں کرہوں کی بات آگیا اسی  
 نے وہاں ایک پہلوؤں کو دیکھا۔ ٹیڑھے کو پہلوؤں نے قریب  
 آیا۔ اسی نے ٹیڑھے سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟  
 کہیں جہاں سے؟ ٹیڑھے نے اسی سولی پر پہلوؤں نے اپنی ساری  
 کہانی سنائی۔ اسے اس ٹیڑھے کے خاموشی سے سننے سے  
 ہوئے وہی پہنچ گئے۔ ٹیڑھے نے بہت سال دورات دے کر  
 ایک چھلکا اٹھار ٹیڑھے کو پہلوؤں کے ساتھ کیا کہ وہ چھلکے سے  
 اسے گھر پہنچا دے۔



”اے بیٹے! میں نے تم کو چاہتے ہوئے کہا تھا قبلہ پورہ کھوجو  
مکے واسطے مکے پر اور خوالہ ستر میں لود سے بہتر ہے۔“


[illegible]

پھر اپنی کج روی سے آپ کی نفسی و جسمی تباہی  
انہی کج رویوں سے اپنے ہمارے لیے پیدا ہوئی ہے۔



$$\frac{d}{dt} \left( \frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$$
[illegible]









## دو باتیں

حضرت عثمان ایک دن اپنے شاگردوں اور درویشوں کو نکلتے اور ذاتی غلاموں کے رہتے تھے۔ سب لوگ ان کے درمیان کو بہت غور سے دیکھتے تھے ایک شخص کا اس طرف سے گزر ہوا ان کی کمر باندھ کے کان میں پڑی۔ اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا ان کے لیے کہ آواز جاتی پھلتی تھی۔ وہ کافی دیر تک کھڑا ان کے چہرے کو دیکھتا رہا آخر جب وہ درمیان سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا "اور بولا" میں تمہیں مقام پر کسی زمانے میں تکیوں پر پا کر آوازیں پڑاؤں والا میرا ایک ساتھی تھا اس شخص کی صورت اور وہ بالکل آپ جیسی تھی۔"

"ہاں! مجھے یاد ہے اس شخص کا نام۔" حضرت عثمان بولے۔  
 اس شخص نے حیران ہو کر پوچھا "آپ کو یہ سوجھ نہیں آتا؟" جواب میں حضرت عثمان بولے: "صرف وہ باتوں سے، ایک گج بولتا کہ دوسرا الخیر ضرورت کے باعث نہ کرتا۔"  
 (بخاری، موطا، لاہور)

## اللہ کا شکر

وہ وقت کی وہ عظیم الشان نعمت ہے جو اسے دے رہا ہے۔ حاضر و باہل اور چھوٹے بڑے سب کو برابر ملتی ہے۔ وقت کی مثال دھوپ میں رکھی ہوئی بیل کی تھل کی طرح ہے جس سے اگر فائدہ اٹھایا گیا تو اچھا ورنہ وہ پھسل جاتی ہے۔ جن قوموں نے وقت کی قدر کی، انہوں نے صہرائوں کو گلشن میں تبدیل دیا، انہوں نے قلعوں پر قبضہ کیا، انہوں نے پہاڑوں کے ٹکڑے کو بادشاہی کر دیا، انہوں نے ستاروں پر کنوئیں ڈال دیں، لیکن جن قوموں نے وقت کی قدر نہ کی وہ وقت کو ضائع کر دیا، وقت نے ان قوموں کو ضائع کر دیا، انہی ہی قوموں نے غلامی کی زندگی

میں کی دلیبی ہی قوموں نے اپنے دین دنیا کو ہیرا کر دیا۔  
 حدیث شریف میں ہے۔ پانچ چیزیں کو پانچ چیزوں سے پہلے قیمت ہوتی:

- (۱) موت سے پہلے زندگی کو (۲) داری سے پہلے غم کو
- (۳) مظلومات سے پہلے لڑائی کو (۴) بچہ سے پہلے بھائی کو
- (۵) اقربا سے پہلے مال داری کو۔

(ابو داؤد، احمد، بیروت)

## زندگی

وہ مقررہ وقت تک تھا کہ اس مقررہ کو میں آج تک بھولی نہیں پلا۔ وہ مقررہ یہ بھی تھے کہ آتا ہے میرا سر پھرا رہا جاتا ہے اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ آخر میری مٹی لسنی کو کیا ہو گیا ہے؟ اگر انہیں جدید ٹیکنالوجی مل بھی گئی ہے تو کیا وہ اس کا اسی طرح غور استعمال کرتے رہیں گے؟ ایک نوجوان لڑکا آٹھویں کے مائیک سڑک کے کھاتے ٹران میں اتار دیا۔ اس نے اپنا کھانا اس کے قریب ہی اس کا ٹوٹا ہوا موبائل فون پر سوڑنا لگا پڑی تھی۔ لوگ اس کی جان بچانے کے لیے ایجنٹس کو فون کر رہے تھے۔ اس جوائے کی وجہ وہ موبائل فون تھا جس کو وہ سڑک لگا چلائے وقت مسلسل استعمال کر رہا تھا اس کا دھواں سڑک کے کنارے چلائے میں سمجھ رہا ہوں فون نیلے میں زیادہ تھا۔ انہوں نے اس کے فون کے نوٹوں اور نوٹس کوڑے وقت موبائل فون کا ہے۔ اس نے فون کوڑے کر کے سے نہ صرف وہ خود جوائے کا شکار ہے، بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کے لیے بھی نقصان کا باعث بن رہا ہے۔

یہی چاہیے کہ اگر ایک ملک کے دوران موبائل فون استعمال نہ کریں اور اپنا دھواں صرف ذرا نیچے کی طرف ہی نہ کریں کیوں کہ کال تو رہا ہو گی مٹی لگتی ہے، لیکن زندگی نہیں۔  
 (دعا میں شہادت، لعل آباد)





## درخت کا پھل

کہتے ہیں کہ ایران کا مشہور بادشاہ نوشیرواں شکار سے لوٹ رہا تھا کہ اس نے ایک بوڑھے کو پہاڑ کے درخت لگاتے ہوئے دیکھا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر گھوڑے کی گام کھینچی لی اور بوڑھے سے پوچھا: "آگری عمر میں وہ یہ درخت کیوں لگا رہا ہے، کیا یہ درخت اس کی زندگی میں پھل دینے لگے گا؟" بوڑھے نے بادشاہ کو سلام کر کے عرض کیا: "میں نے اپنے پوراؤں کے لگائے ہوئے درختوں کے پھل کھائے، اب وہ یہ درخت اس لیے لگا رہا ہے کہ اس کی پوری اس درخت کے پھل کھائے۔"

نوشیرواں یہ جواب سن کر خوش ہوا اور اس نے بوڑھے کو طعام دیا۔ بوڑھے نے سلام کر کے کہا: "بادشاہ! میرے درخت تو ابھی سے پھل دینے لگے ہیں۔" بادشاہ نے یہ سن کر بھی خوش ہوا اور اس نے بوڑھے کو پھر طعام دیا۔

اسلام کر کے کہنا: "مختور! اب اکیچ رہے ہیں، میرے درخت نے کٹل جلدی دیکھے وہ بارود پھل دینے ہیں۔" بادشاہ ہر نوعی شکر اور اس نے اسے تیسری مرتبہ زیادہ کھانسی دیا۔

(کریم رحیمی - کراچی)

## کرلیو

کرلیو دراصل دو فرانسیسی الفاظ Feu اور Courir کے مجموعے کی انگریزی شکل ہے۔ جب سے گاڑیوں کے "موتی" اور "دوسرے" کے "موتی" ہیں "آگ" کی طرح چر رہا ہے "کرلیو" "بھلا" اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یورپ کے شہروں میں پرلے ٹہانے میں دھواں تھا کہ مقررہ اوقات پر کھٹے پھیل جاتا تھا جس کی توجہ دینے ہی لوگ گھروں میں بیٹے دہلی آگ بھڑک سو جاتے تھے اور گھروں سے باہر نکلتے تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ کرلیو سب سے پہلے ولیم شاہ انگلستان نے رائج کیا تھا اس کی وجہ بعض لوگ یہی کہتے ہیں۔ جب کہ بعض کہتے ہیں کہ اس سے انگریزوں کے مکانات کو آگ سے بچانے کے لیے یہ لفظ تھائی کی اس پر فائدہ

اوقات کے لیے کرلیو نافذ کر دیتی ہیں۔ تاکہ لوگ گھروں سے باہر نکل کر بدامنی نہ پھیلا سکیں۔ دوسرے الفاظ میں آگ دیکھا جائے تو بدست گردانی اور بدامنی بھی آگ کی ہی طرح ہے، جس کو کرلیو کے ذریعے بجھایا جاتا ہے۔

(شاہد حوالہ، کوئٹہ)

## دلہا ان سنگی جواب

ایک دفعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کسی نے کہا اگرچہ کہتے ہیں کہ دلائی دیکھا حضرت کے خلاف ہے، کیوں کہ انسانی ذالوگی کے بغیر ہی پیدا ہوتا ہے لہذا اسے دلائی کے بغیر ہی رہنا چاہیے۔ مولانا نے قسم لڑاتے ہوئے کہا: "پھر تو اگرچہ کو چاہیے کہ سارے دانت توڑا لیں، کیوں کہ انسان دانتوں کے بغیر پیدا ہوتا ہے دانت تو بعد میں نکلتے ہیں۔" اس میں بیٹے ایک صاحب بولے

"مولا! کیا دلائی سنگی جواب دے گا؟"

(میر تقی، اسلام آباد)

## اللہ کی عنایت

ایک مرتبہ سلطان مسلمان الدین الہوی ایسا سخت بیمار ہوا کہ اس کے دل سے لے کر گھٹنوں تک پھوڑے ہی پھوڑے نکل آئے۔ اسے بچنے پر قدرت نہ رہی، جب وہ فیص میں ہوا تو ایک کروٹ پر چڑھ کر لے کر نیم دراز ہو چلا، اس کے لیے کھانا بنا بھی بخت مشکل ہو گئی، لیکن اس حالت میں بھی اس کے معمول میں فرق نہ آیا۔ اس کے صبح کھانے پر سوار ہوا کہ قرا علیہ السلام اور پھر صبح کے کھانے پر قرا علیہ السلام کے مقرب تک اپنے سرکاری اور چھائی کاموں میں مشغول رہے۔ اس کے ساتھیوں کا دیا ہے کہ ہمیں اس پر تعجب ہوتا تھا کہ وہ اپنا پھوڑا کی آزمائش اور دوا کا کبھی برداشت نہ کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب میں گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں تو ان پھوڑوں کی تکلیف عام ہو جاتی ہے اور جب تک سواری سے نہ اتروں تکلیف میرے پاس نہیں آتی۔ یہ لفظ تھائی کی اس پر فائدہ

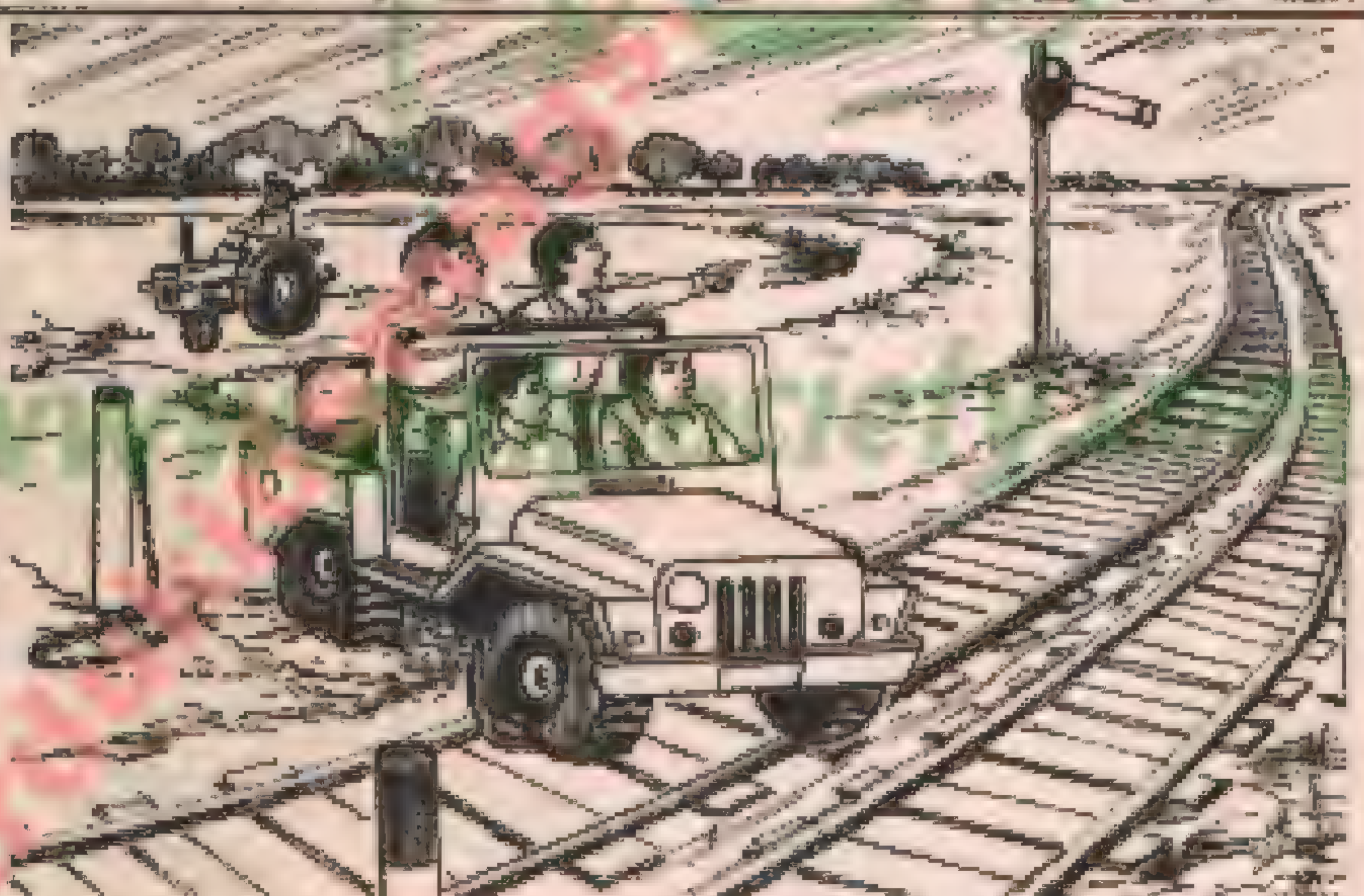
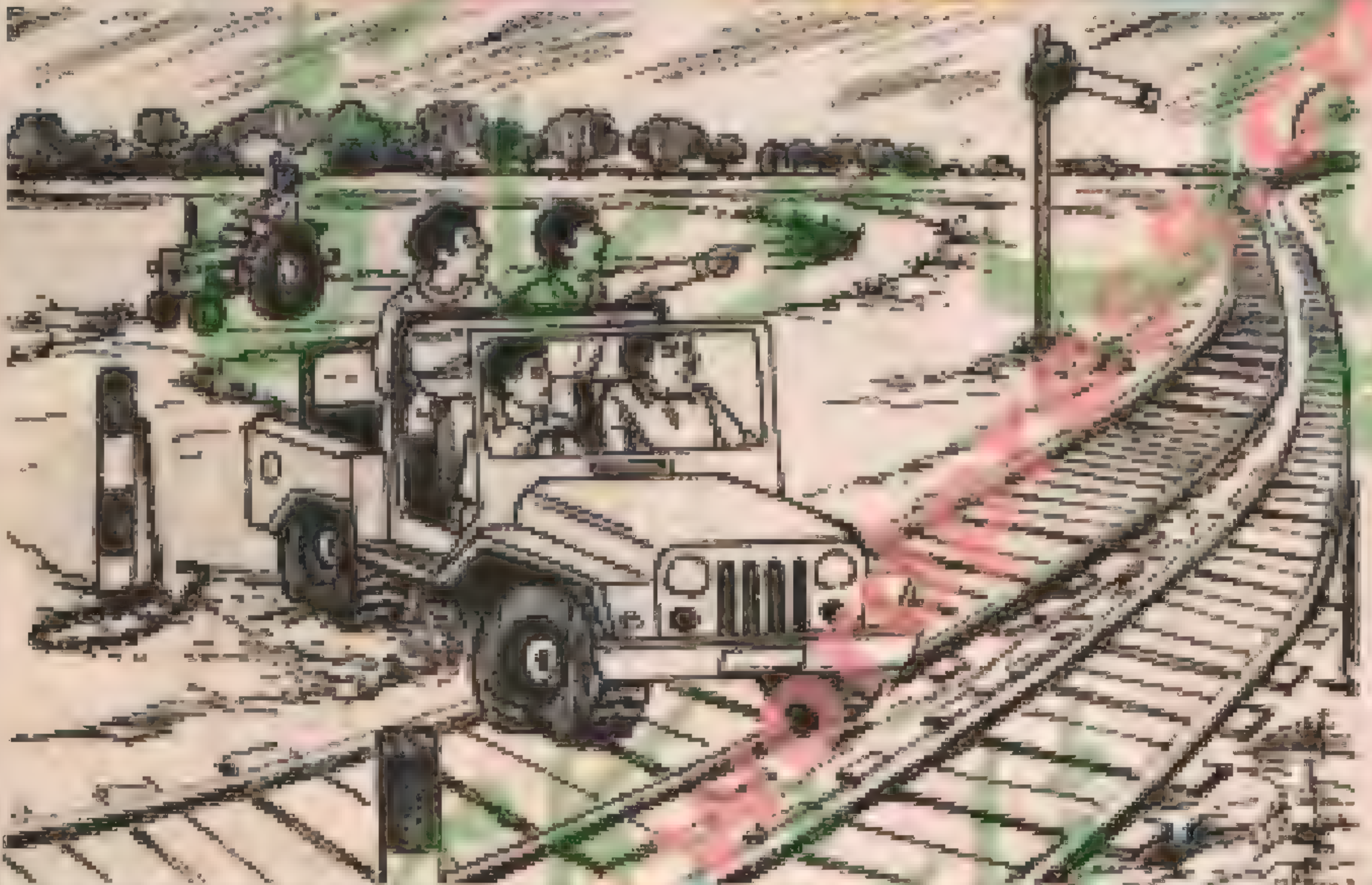
(امیر مقصود علی شاہ، آگ)

عنایت تھی۔





# فرق تلاش کریں



پروا نہیں آتا کہ یہ ایک کبھی تھکے ہوئے ہیں، لیکن میں اس 5 جگہ پر فرق ہے۔ کیا آپ یہ فرق تلاش کر سکتے ہیں؟





# بی آربی نہر کی کہانی

ستمبر 1985ء میں لاہور شہر کی ہنگ اس سیر کے کھارے  
 لڑکی مکی تھی۔ پاکستان کی آبی دنیا جاننے والی اس شہر پر ہمارے  
 دلچسپی کے لیے ایک جگہ فرما دے گی تھیں۔ بی آربی نہر پہلے بھی  
 بہت تھی۔ مگر 6 ستمبر 1985ء کی سحر طوع ہوئی تو یہی بی آربی  
 بی نہر کہلائی پاکستان کے لئے نہایت اہم ہو گئی۔ بی آربی  
 ہجرات و پھار کی ایک علامت بن گئی اور اس شہر کے پاک  
 فوج کے جوانوں کے شانہ بہ شانہ ایک مجاہد کا کردار ادا کیا۔

آج لوگ اس نہر کے بارے میں تو قریب عقیدت و محبت  
 سے اُن کے سر جھک جاتے ہیں اور وہ وطن عزیز کی خاطر شہید  
 ہونے والوں کو آتشوں کے کھارے نہیں دیتے۔ بلکہ  
 آریہ کی روایتی عمارتوں اور شہیدوں کے گھر گال چلی جا رہی  
 ہے اور یوں عقیدت و محبت کے وہاں کے دلچسپ اختیار پیدا  
 ہوئے ہیں۔

”بی آربی نہر کی کہانی“۔ بی آربی نہر کی کہانی۔  
 بی آربی کا مطلب ہے۔۔۔ ہمہ جہتی راہ کی جدید طور پر توجہ  
 6 ستمبر 1985ء کو ہجرات کے ایک جگہ کے موقع پر ایک  
 مشہور وفا کی لائق بن گئی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد فطرتاً ہی

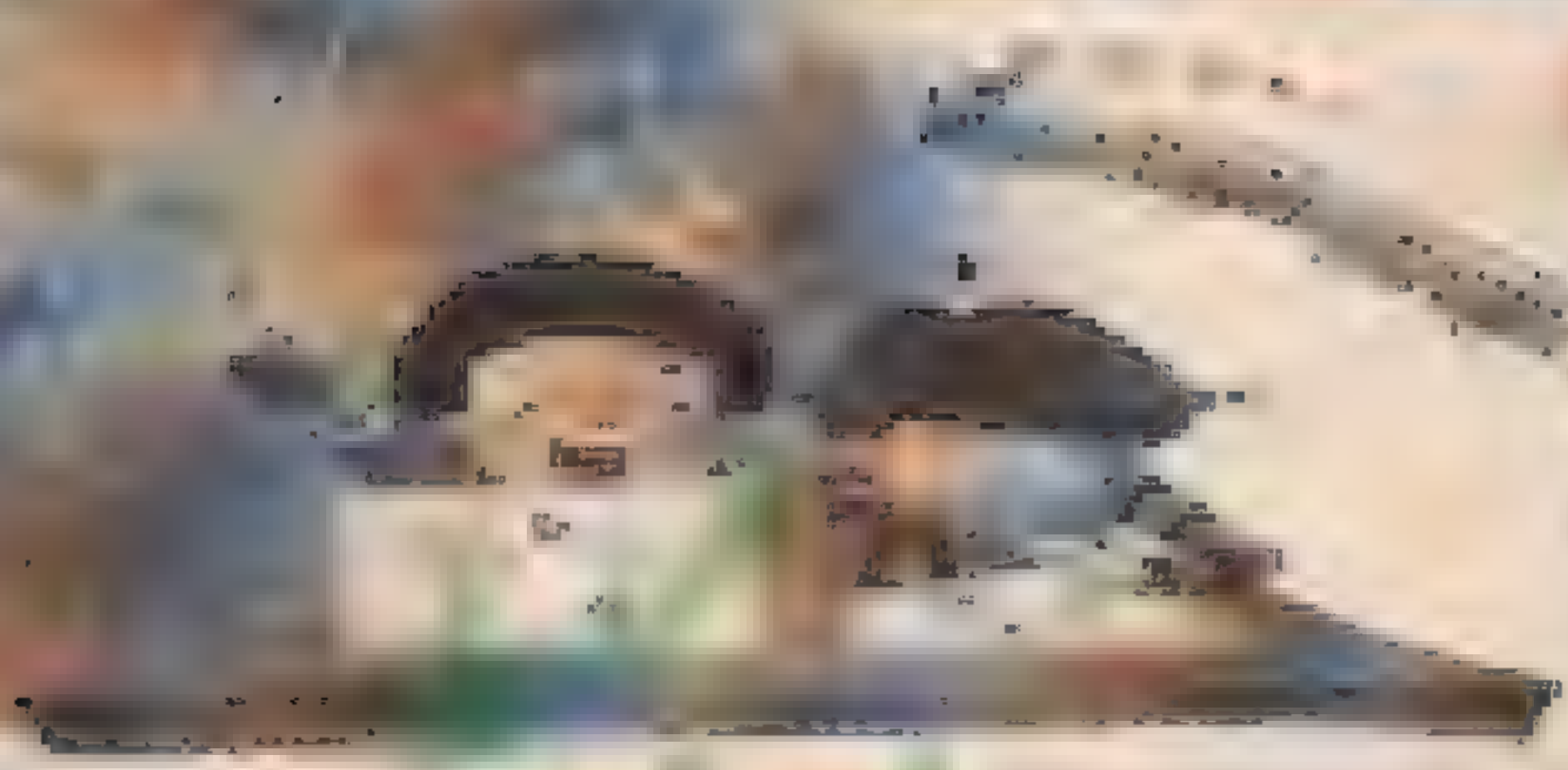
میں سب سے پہلے ایک نہایت ہی دلچسپ اور دلچسپ  
 مقام میں میرے ایک چارے دوست نے مجھے لکھی تھی کہ  
 میں سے خوش ہو آ رہی تھی۔ میں نے مکی سے پوچھا۔  
 ”مکی! قحط میں یہ خوشی کا کہاں سے آئی؟“  
 بولی کہیں چند دن پھول کی صحبت میں رہی چنانچہ اس کی خوشی  
 مجھ میں سما گئی۔

مکی مکی تھی ہوتی ہے، لیکن جب اس میں پھول کی خوشی ہو  
 سگئی تو اس کی حیثیت پورے قدر و منزلت بدل گئی۔ اہم گھر بڑی  
 محبت سے یا تمہیں میں اُٹھانے پھرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح پانی  
 پانی ہوتا ہے۔ نہیں پانی ہر گز کے غارت میں پیدا ہوتا ہے وہ اس لحاظ  
 سے دیکھ لی کہ اس احترام ہے کہ اس کے کناروں پر گریبان کے  
 میدان میں امام الشیخ، حضرت امام حسینؑ اپنے مقام کے لئے  
 چالنے کے لئے جہیزوں کے نظم و انظم کے آگے بیٹھ جاتے  
 گئے تھے۔ پھر اس عظیم مقصد کے لئے اپنا لہو قربان کے پانی میں  
 شامل کر دیا تھا۔ لاہور کی بی آربی نہر اس لحاظ سے مقدس ہو گئی  
 ہے کہ پاک فوج نے اپنا لہو پاک وطن کی حفاظت کرتے ہوئے  
 اس نہر میں شامل کر دیا تھا۔









# پیکل دس منٹ کا

ج	ج	ٹ	ر	ج	ن	و	ر	ی
گ	ٹ	و	غ	ب	ا	م	ج	ی
س	ڈ	ا	ل	م	پ	ل	ر	و
ت	غ	ا	ن	و	ر	خ	ا	ع
ب	ا	م	ش	ن	ی	ی	م	ج
ی	ر	و	ر	ف	ل	ک	ل	ا
ش	ا	ن	ی	ا	ک	ت	و	ب
م	ف	و	م	م	ن	ر	ز	گ
ح	و	ک	م	ج	و	ل	ا	ء
ر	ن	ط	س	ج	ر	ب	م	ا

آپ نے حروفِ طائرہ گزروں کے ہم تلاش کرتے ہیں۔ آپ ان گزروں کے نام دائیں سے بائیں لکھیں گے۔  
 دائیں لکھیں گے نیچے اور نیچے سے اوپر تلاش کرتے ہیں۔ آپ کے پاس وقت دس منٹ کا ہے۔ ان گزروں کے نام  
 آپ نے تلاش کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر







میں کون ہوں؟

(انگریز زبان: محمود خالد، اردو: غازی خان)

"چار میرے دوست تھے۔ اسکول ہائے کا وقت ہوتا  
والا ہے۔"

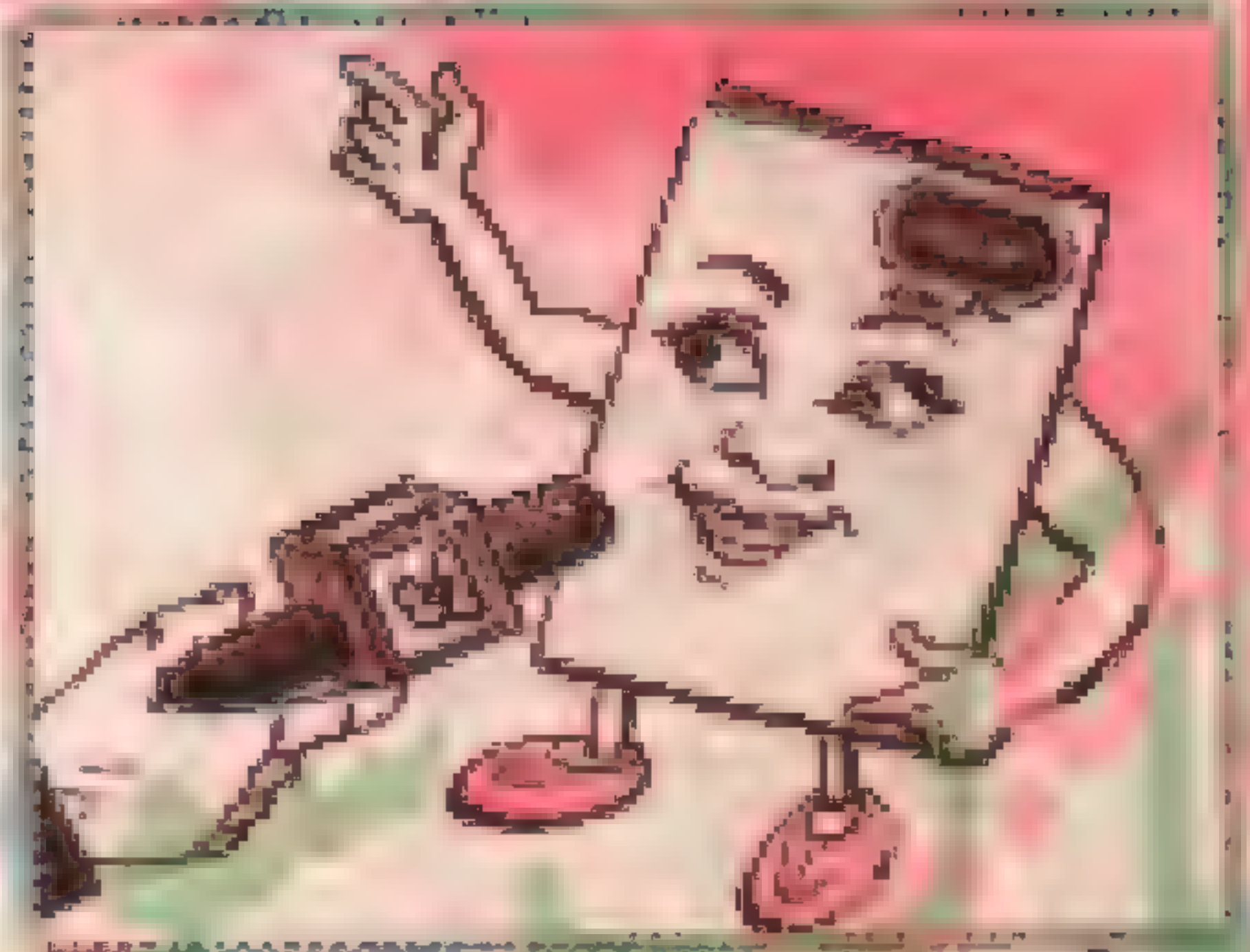
"اتھ چٹا ہوں ابھی پائی سنت باقی ہیں۔" حلیہ نے بھی



بہت مت پر دیکھتے ہوئے کہہ

"انھوں... انھوں... انھوں..." میں بار بار کہہ رہا تھا مگر  
میرے نہ دھتے کی قسم کیا رکھی تھی۔ وہ معمولی کے مطابق  
دو گھنٹے اور پندرہ منٹ کی جہد کی حالت کیا اور اسکول روانہ ہو گیا  
اور اسکول میں پہنچا تو اسے سڑا کے طور پر اسکول سے پھر 15  
منٹ کھڑا کیا۔ اس نے سوچا کہ حلیہ کے ساتھ کچھ ہوا  
ہے۔ اس نے میری بات نہیں مانی تھی۔ اس کے ساتھ حلیہ  
کی دوا پانی تھا۔

"توڑا میرے دوست پڑھو۔" میرے اٹھان قریب  
ہیں۔ تم بروقت کرکے بھیجے رہتے ہو۔  
"ابھی گھنٹہ ہی تو ہوا ہے مجھے کرکے چھوڑ دے مجھے  
تھوڑا اور بھیجے دو۔" سڑ نے ٹھیل جلدی دیکھ کر کہے اور  
میں بار بار سڑ کو کہہ رہا تھا۔ "پڑھو۔ پڑھو۔" مگر وہ  
مڑے سے ٹھیل رہا تھا۔ پھر سڑ کے پیچھے ہٹے اور بس



تعلیم و تربیت: "جب کوئی بچہ میری وجہ سے دیرِ راحت ہے  
آپ کا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔"  
فرحان: "آپ کو کب کب ہوتا ہے؟"  
تعلیم و تربیت: "جب کوئی بچہ مجھے پتہ نہ کر پھینک دیتا ہے تو  
مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔"

فرحان: "آپ کو کب کب آتا ہے؟"  
تعلیم و تربیت: "مجھے کب کب بہت کم آتا ہے، بار بار کبھی  
اسی باتوں پر غصہ آتا ہے جو بچہ شہد کہا تھا، انعام سے کبھی  
بھیجے ہیں، چھپا کر دے والے میرے معیار کو خراب کرتے ہیں۔"  
فرحان: "آپ کی عمر کتنی ہے؟"  
تعلیم و تربیت: "میری عمر 31 سال ہے۔"  
فرحان: "آپ کی لمبی عمر کا راز کیا ہے؟"  
تعلیم و تربیت: "اللہ تعالیٰ کا کرم اور اللہ تعالیٰ کی محبت میری  
لمبی عمر کے راز ہیں۔"

فرحان: "کیا آپ صرف پاکستان میں ہی بڑھے جاتے ہیں؟"  
تعلیم و تربیت: "میں پوری دنیا میں پھرا ہوا ہوں اور میرے  
دوست تقریباً ہر ملک میں موجود ہیں۔"  
فرحان: "آپ اپنے بڑھنے والوں کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں؟"  
تعلیم و تربیت: "میں اپنے بڑھنے والوں کو یہ پیغام دینا  
چاہتا ہوں کہ وہ دل لگا کر تعلیم حاصل کریں اور پاکستان کی ترقی  
میں اپنا کردار ادا کریں۔"

(دوسرا اجلاس: 175 روپے کی کتب)



دلالت آیا تو دور پہرہ میں نکل تھا۔ پھر میں نے سڑک سے کیا  
 ”پھر بے دوست! میں نے تم سے کیا تھا کہ چھو، ٹھکرتی  
 نے میری بات نہ سنی اور آج تم بلاوی سے رو پار ہو۔“

تپ ہوئی ہے ہوں گے کہ غبی کوئی ہوں۔۔۔ غبی  
اشک ہوں نہ غیلا اور مڑ جیسے ہوں کو پھا پھا کر کہہ رہا ہے  
کہ وقت نہ آئے۔۔۔ غیوں پر جو اور تمام کا وقت پانچواں ہے میری  
پیارے کو نہیں۔۔۔ غی کا حالی غیلا مڑ جیسے ہوں کا ہے اور جو  
میری بات مانتے ہیں وہ غیاب غیاب کہلاتے ہیں۔۔۔ یاد ہے چچا  
تپ میری یاد۔۔۔ غی گئے اور غی گئے۔۔۔ غی گئے۔۔۔

57 200 1,125 1,250 1,375 1,500 1,625 1,750 1,875 2,000 2,125 2,250 2,375 2,500 2,625 2,750 2,875 3,000 3,125 3,250 3,375 3,500 3,625 3,750 3,875 4,000 4,125 4,250 4,375 4,500 4,625 4,750 4,875 5,000 5,125 5,250 5,375 5,500 5,625 5,750 5,875 6,000 6,125 6,250 6,375 6,500 6,625 6,750 6,875 7,000 7,125 7,250 7,375 7,500 7,625 7,750 7,875 8,000 8,125 8,250 8,375 8,500 8,625 8,750 8,875 9,000 9,125 9,250 9,375 9,500 9,625 9,750 9,875 10,000 10,125 10,250 10,375 10,500 10,625 10,750 10,875 11,000 11,125 11,250 11,375 11,500 11,625 11,750 11,875 12,000 12,125 12,250 12,375 12,500 12,625 12,750 12,875 13,000 13,125 13,250 13,375 13,500 13,625 13,750 13,875 14,000 14,125 14,250 14,375 14,500 14,625 14,750 14,875 15,000 15,125 15,250 15,375 15,500 15,625 15,750 15,875 16,000 16,125 16,250 16,375 16,500 16,625 16,750 16,875 17,000 17,125 17,250 17,375 17,500 17,625 17,750 17,875 18,000 18,125 18,250 18,375 18,500 18,625 18,750 18,875 19,000 19,125 19,250 19,375 19,500 19,625 19,750 19,875 20,000 20,125 20,250 20,375 20,500 20,625 20,750 20,875 21,000 21,125 21,250 21,375 21,500 21,625 21,750 21,875 22,000 22,125 22,250 22,375 22,500 22,625 22,750 22,875 23,000 23,125 23,250 23,375 23,500 23,625 23,750 23,875 24,000 24,125 24,250 24,375 24,500 24,625 24,750 24,875 25,000 25,125 25,250 25,375 25,500 25,625 25,750 25,875 26,000 26,125 26,250 26,375 26,500 26,625 26,750 26,875 27,000 27,125 27,250 27,375 27,500 27,625 27,750 27,875 28,000 28,125 28,250 28,375 28,500 28,625 28,750 28,875 29,000 29,125 29,250 29,375 29,500 29,625 29,750 29,875 30,000 30,125 30,250 30,375 30,500 30,625 30,750 30,875 31,000 31,125 31,250 31,375 31,500 31,625 31,750 31,875 32,000 32,125 32,250 32,375 32,500 32,625 32,750 32,875 33,000 33,125 33,250 33,375 33,500 33,625 33,750 33,875 34,000 34,125 34,250 34,375 34,500 34,625 34,750 34,875 35,000 35,125 35,250 35,375 35,500 35,625 35,750 35,875 36,000 36,125 36,250 36,375 36,500 36,625 36,750 36,875 37,000 37,125 37,250 37,375 37,500 37,625 37,750 37,875 38,000 38,125 38,250 38,375 38,500 38,625 38,750 38,875 39,000 39,125 39,250 39,375 39,500 39,625 39,750 39,875 40,000 40,125 40,250 40,375 40,500 40,625 40,750 40,875 41,000 41,125 41,250 41,375 41,500 41,625 41,750 41,875 42,000 42,125 42,250 42,375 42,500 42,625 42,750 42,875 43,000 43,125 43,250 43,375 43,500 43,625 43,750 43,875 44,000 44,125 44,250 44,375 44,500 44,625 44,750 44,875 45,000 45,125 45,250 45,375 45,500 45,625 45,750 45,875 46,000 46,125 46,250 46,375 46,500 46,625 46,750 46,875 47,000 47,125 47,250 47,375 47,500 47,625 47,750 47,875 48,000 48,125 48,250 48,375 48,500 48,625 48,750 48,875 49,000 49,125 49,250 49,375 49,500 49,625 49,750 49,875 50,000 50,125 50,250 50,375 50,500 50,625 50,750 50,875 51,000 51,125 51,250 51,375 51,500 51,625 51,750 51,875 52,000 52,125 52,250 52,375 52,500 52,625 52,750 52,875 53,000 53,125 53,250 53,375 53,500 53,625 53,750 53,875 54,000 54,125 54,250 54,375 54,500 54,625 54,750 54,875 55,000 55,125 55,250 55,375 55,500 55,625 55,750 55,875 56,000 56,125 56,250 56,375 56,500 56,625 56,750 56,875 57,000 57,125 57,250 57,375 57,500 57,625 57,750 57,875 58,000 58,125 58,250 58,375 58,500 58,625 58,750 58,875 59,000 59,125 59,250 59,375 59,500 59,625 59,750 59,875 60,000 60,125 60,250 60,375 60,500 60,625 60,750 60,875 61,000 61,125 61,250 61,375 61,500 61,625 61,750 61,875 62,000 62,125 62,250 62,375 62,500 62,625 62,750 62,875 63,000 63,125 63,250 63,375 63,500 63,625 63,750 63,875 64,000 64,125 64,250 64,375 64,500 64,625 64,750 64,875 65,000 65,125 65,250 65,375 65,500 65,625 65,750 65,875 66,000 66,125 66,250 66,375 66,500 66,625 66,750 66,875 67,000 67,125 67,250 67,375 67,500 67,625 67,750 67,875 68,000 68,125 68,250 68,375 68,500 68,625 68,750 68,875 69,000 69,125 69,250 69,375 69,500 69,625 69,750 69,875 70,000 70,125 70,250 70,375 70,500 70,625 70,750 70,875 71,000 71,125 71,250 71,375 71,500 71,625 71,750 71,875 72,000 72,125 72,250 72,375 72,500 72,625 72,750 72,875 73,000 73,125 73,250 73,375 73,500 73,625 73,750 73,875 74,000 74,125 74,250 74,375 74,500 74,625 74,750 74,875 75,000 75,125 75,250

(ملفوظات)

ایک مرتبہ دو عالموں مصری رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے  
 کے لیے دنیا پر تشریف لے گئے۔ انکی وہاں ایک مولا بھی  
 کتاب سے کی طرف جاتے ہوئے انکی دنیا بپ جو دنیا کے کسی  
 کے نگاہ سے پر تھی تو دو عالموں رحمت اللہ تعالیٰ نے انکی ان قوا  
 ی دنیا سے ایک بچہ نکال کر اس کی طرف آگے بڑھنے لگا۔ وہ بچہ کے  
 قریب ہوا اور بچہ اس کے قریب ہوا اور دونوں میں آنکھوں  
 ی آنکھوں میں خدا چاہے کیا ساڑ باز ہوئی کہ بچہ کو دیکھ کر  
 کی پشت پر سوار ہوا اور بچہ بچہ کو لے کر دوسرے کتاب سے کی  
 طرف چلے گئے۔ دو عالموں رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچہ کے  
 بچہ کی پشت پر اس طرح سوار ہونے سے بچہ بچہ کے  
 ہوا کہ سوار ہو کر بچہ کی خاص قسم پر چلے گا کہ بچہ بچہ  
 اعتراف کی جانب سے اس کو مغرب تصور پر غلطی کے لیے  
 اسباب مہیا کیے جا رہے ہیں۔ لیکن دو عالموں مصری رحمت  
 اللہ تعالیٰ بھی اس بچہ کے تعاقب میں چلے گئے اور انکی وجہ سے  
 بچہ کہاں جاتا ہے۔

جوانوں کی تعریف کرتے ہیں کہ میں دنیا میں فخر کر رہا ہوں  
تو آپ میں رہا ہوں اور میں کو تعریف میں رہا ہوں اور آپ



• جوابات فلمی آزمائش اگست 2011 •

[illegible]

۱۰ ڈالر کمپنیز کے لئے  
۱۱ ملٹی پل۔ پانچ سال کے لئے  
۱۲ سب سے کم کمپنیز کے لئے

راجہ گورو جی کے لئے اسے لکھ دیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا  
 ہے، میں اسے سچے دل سے قبول کرتا ہوں۔ اور اگر آپ  
 کو اس میں کوئی اعتراض ہو، تو اسے بھی لکھ دیجئے۔  
 اور اگر آپ کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہو، تو اسے  
 بھی لکھ دیجئے۔ اور اگر آپ کو اس میں کوئی  
 اعتراض ہو، تو اسے بھی لکھ دیجئے۔ اور  
 اگر آپ کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہو، تو  
 اسے بھی لکھ دیجئے۔ اور اگر آپ کو اس  
 میں کوئی اعتراض ہو، تو اسے بھی لکھ  
 دیجئے۔ اور اگر آپ کو اس میں کوئی  
 اعتراض نہ ہو، تو اسے بھی لکھ دیجئے۔



روحِ ذیلی و پ کے نزائات بھی ہے۔ یہ جواب کا جواب کریں۔

1۔ قرآن مجید میں کس عقیدہ راشد کو "حقی" کہا ہے؟  
2۔ قرآن مجید کے 4 ایسے صفات کون ہیں؟

۱۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ سے بڑا کر دیا۔

الدين والسياسة

۱۰۰ سالہ برصغیر کی تاریخ

الأنف، العين، الفم، اليد، القدم، الخ.

وہ وقت کی ہے جسے قرآن نے بیان کیا ہے

ا. 564 م.      ب. 562 م.      ج. 560 م.

تاریخ و تمدن انوار کی دہلی کی ترقی

انگریزی میں "The Great Gatsby" کے مترادف "The Great American Novel" ہے۔

دین کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کرنا

سید، علی، محمد

۸۔ پنجاب کے کپڑا بازار پر

فانما هو في

(۱) بلاشبہ یہ سب سے زیادہ اچھے اور عمدے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

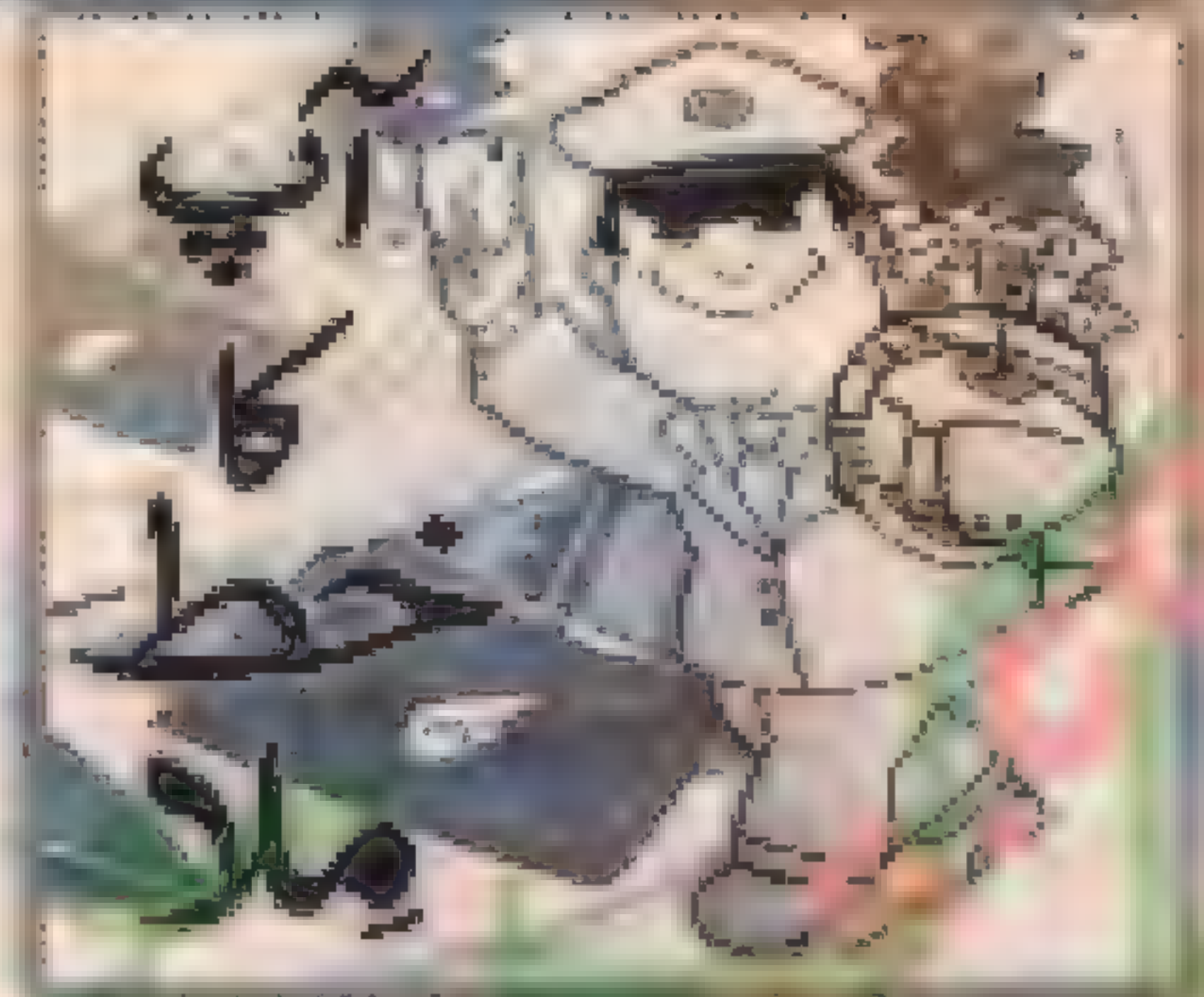
نوعی      ایزوتروپی      ایزوتروپی

10۔ پاکستان کے کسی قہر میں اس ملک میں پتہ واقع ہے؟

2/1 2/2 2/3

[illegible]





میرے تعلیم و تربیت، اسلام، حکم! کیسے ہیں آپ؟

اسی دفتر کا شمار بہت اچھا ہے۔ صبح ہوتی ہے اور صرف ایک دن بہت دل چاہیہ کہانیاں لکھیں۔ (محمد رفیع، کراچی)

کہانیوں میں پاکستانی کہانی، افسانے، ناول، نئے روزہ رکھا اور راتیں بہت پسند آئیں۔ (محمد رفیع، لاہور)

انسٹ کا شمار بہت اچھا ہے۔ راتیں، چچا چچا کام سے روزہ رکھا اور افسانے بہت اچھی کہانیاں لکھیں۔ (ذاتی محمد سعید، لاہور)

مجھے تعلیم و تربیت سے بہت محبت ہے۔ میں اسے وہ سہلی سے یاد دہا ہوں۔ اس کے تمام شمارے میرے پاس محفوظ ہیں۔ کیا میں چچا چچا کام کی مزید کہانی سلسلہ "آپ بھی لکھتے" میں بھیج سکتا ہوں؟ (محمد حسین سیالوی، ایف۔ ایس۔ اے، لاہور)

آپ سلسلہ "آپ بھی لکھتے" کے لیے کسی اور موضوع پر کہانی لکھ سکتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ تمام افسانے کو چھوڑ کر پچھلا شمارہ رکھا کریں تاکہ کسی تحریر کا کوئی حصہ نہ بکے۔

(محمد جہاگیر، سیالکوٹ)

پیارے لکھنے لکھنے۔

افسانے لکھنے پر پچھتا جاتا ہوں کہ جس کتاب سے ہم معلومات حاصل کریں کیا اس کتاب کا ہم لکھنا ضروری ہے؟

(محمد سعید لطیف، کراچی)

آپ کتاب کا نام لکھنا ضروری ہے۔

اس دفتر سب کہانیاں بہت بہت رہیں۔ سرورق بہت پسند آیا۔ (انوار خان، لاہور)

صوفی نیاز مند اور چچا چچا کے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے

کیوں کہ ان کی کہانیاں مزید دوسرے کے ساتھ ساتھ سچی آموز بھی ہوتی تھیں۔ پرانے لکھے والوں کو دوبارہ یاد دلاتے اور ان کی خدمات حاصل کی جائیں۔ چچا چچا میں حسن ذکی کا علمی کی سائنس کے موضوعات پر لکھی گئی کہانیاں دوبارہ شائع کی جائیں۔ (محمد سہیل، اسلام آباد)

صوفی نیاز مند اور چچا چچا کے کا سلسلہ دوبارہ شائع ہو۔ انسٹ آپ کی دیگر چھوٹی پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ انسٹ کا شمار بہت اچھا ہے۔ میں اسے بہت پسند کرتی ہوں۔ (محمد رفیع، لاہور)

کی بہت روزہ کی۔ اس دفتر کے شمارے میں راتیں، چچا چچا کام سے روزہ رکھا، پاکستانی کہانی اور ہم سفر زیر دست کہانیاں لکھیں۔

(محمد رفیع، لاہور)

کہانی "چچا چچا کام سے روزہ رکھا" بہت ہی دل چاہیہ تھی۔ سلسلہ "چچا چچا کام سے روزہ رکھا" بھی اچھا ہے۔ (محمد رفیع، لاہور)

انسٹ کا شمار بہت اچھا ہے۔ راتیں، چچا چچا کام سے روزہ رکھا اور افسانے بہت اچھی کہانیاں لکھیں۔ (محمد رفیع، لاہور)

آپ سلسلہ کہانیاں اور کہانیوں میں دسم، اکرم، وقار، یونس، اقصیٰ اور عمران خان اور ہادیہ مہر کے بارے میں مضامین شائع کریں۔ (محمد رفیع، لاہور)

آپ نے فرمائش پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔

انسٹ کا شمار بہت اچھا ہے۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ صرف ایک دن پاکستانی کہانی، افسانے، ناول، نئے روزہ رکھا اور افسانے بہت اچھی کہانیاں لکھیں۔ (محمد رفیع، لاہور)

انسٹ کا شمار بہت اچھا ہے۔ راتیں، چچا چچا کام سے روزہ رکھا اور افسانے بہت اچھی کہانیاں لکھیں۔ (محمد رفیع، لاہور)

افسانے لکھنے پر پچھتا جاتا ہوں کہ جس کتاب سے ہم معلومات حاصل کریں کیا اس کتاب کا ہم لکھنا ضروری ہے؟

(محمد سعید لطیف، کراچی)

آپ کتاب کا نام لکھنا ضروری ہے۔

اس دفتر سب کہانیاں بہت بہت رہیں۔ سرورق بہت پسند آیا۔ (انوار خان، لاہور)

صوفی نیاز مند اور چچا چچا کے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے







## عاشقِ غم

تیری ہی منتوں سے، آرزو ہم ہوئے ہیں  
 خوشیاں ملی ہیں ہم کو، دل شاد ہم ہوئے ہیں  
 تجھ سے ہی لہجہ، یہ گلستاں ہمارا  
 ہم سو رہے تھے گوتے، آ کر ہمیں دکھایا  
 پھرتے تھے ہم بھٹکتے، رستہ ہمیں بتایا  
 تو کہہ کر، ہمارا، تو سارہاں ہمارا  
 تم سے ہی جو ملے ہے، ملاقت ملی ہے ہم کو  
 حیرت کی آواز ہے، عزت ملی ہے ہم کو  
 چمکا ہے حیرتِ دم سے، قوی نشان ہمارا  
 اس دلیں میں، کچھ تک، چمچا ہے عام تیرا  
 جس شخص کو بھی دیکھا، لگتا ہے ہم تیرا  
 دل حیرتی پا رہے ہے، اب تک جواں ہمارا  
 ہم جو قدم اٹھائیں، کئی ہے بار حیرتی  
 ہم جس طرف بھی جائیں، آتے ہے بار حیرتی  
 تجھ سے روایں دوایں ہے، ہر کارواں ہمارا

صوفی غلام مصطفیٰ







نذر الہادی

”نذر! کیا کیا ہو رہا ہے؟“

”میں نہیں جانتی جتنی“ ”اے سے کمر بچھی دوسرا یہ لگے ہی رہا ہے۔“

”وہ کیا ہے؟“

”نذر! کیا گازی خراب ہو گئی تھی، خبر کے بعد تو یہ قسمی قسمی ہو گئی تھی لیکن گازی خراب ہو گئی تو کوئی اس کی مراد کے لیے نہیں آتا۔ اس لیے یہ لگتا ہے کہ گازی خراب ہو گئی ہے۔“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”ایسا ہی تو ہے کہ گازی خراب ہو گئی تو کوئی اس کی مراد نہیں کر سکتا۔“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

گازی کے بدلے کی آواز میں نہ پوچھتی تھی کہ ”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“

”نذر! اس کے لیے تو یہ تو کیا ہو گا؟“







"مجھے ظر ہے، مگر میں ہاں میں کون ہوا ہو گا جو نہ کشش  
نہروں پر آپ سے بڑھ کر ہوں دے گا، نگہیں سب سے بھر آپ کو  
جانی سے مل جائے گا۔" ٹھکانے پر گھر گیا۔

یہ مسئلہ یہ سن پڑا تھا کہ نہروں کی کئی سیڑھیاں ساتھ  
نہروں کی کئی سیڑھیاں پر لگے گا یا سنی کی گاڑی پر۔ دونوں یہ عقد تھے  
کہ کئی سیڑھیاں کا ساتھ نہروں کی گاڑی پر لگوا جائے۔ جس دن  
نہ کشش نہروں کی سیڑھیاں لگائی جاتی تھیں اور سنی اپنے ڈیلر  
کے ساتھ گریج ہاں میں بیٹھ رہے تھے۔ ایک شخص نے مانگیا تھا  
بولنگ ٹرائل کیا۔

"کئی سیڑھیاں اور اسی کے ساتھ نہروں کی نیالی کے  
لیے ہاں کا آغاز کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے نہروں کے لیے  
ہولی ہو گی، تو نہروں کے لیے ہولی کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ ہے  
جہاں آپ اس نہروں کے حصول کے لیے ہولی لگائے ہیں۔"

چالیس ہزار روپے۔ "ایک شخص نے ہولی لگائی۔"  
"پچاس ہزار روپے۔" کوئی نے کڑے ایک آدمی نے  
صاف کرتے ہوئے کہا۔

پھر یہ ہولی ایک لاکھ تیس ہزار روپے پر ختم ہوئی۔ گاڑیوں  
کے لیے کشش نہروں کی یہ ہولی سب سے بھر پر لگائی تو سب  
مراد نے اسی کو تسلیم دیتے ہوئے کہا:

"تم دونوں فکر مت کرو ہم یہ نہروں یا سنی حاصل کرتے  
ہیں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"اب کئی سیڑھیاں نہروں کے لیے ہولی شروع ہوتی ہے۔"  
یہ کہتے ہوئے ایک پر ہونے والے شخص کی نگاہ سبیل  
مراد پر تھی۔ وہ شخص پتا تھا کہ ساتھ نہروں سبیل مراد کی نظر  
ہے۔ ساتھ نہروں کے لیے ہولی کا آغاز بھی تیس ہزار روپے سے  
ہوا۔ سبیل مراد نے فوراً ایک "پچاس ہزار روپے۔"

اس کا خیال تھا کہ کوئی اس کے مقابلے نہیں ہو گا، مگر یہ  
اس کی خام خیالی تھی۔ اس نے سب سے پہلے ہزار روپے کہا تو  
ایک ٹوب صورت میں اس نے نو سو ہائیڈرو ہاں لے کر  
"ساتھ ہزار روپے۔"

"اتنی چار روپے۔" سبیل مراد نے کوئی لمحہ غور کے بغیر کہا۔  
"تو بڑا روپے۔" دانیال نے اس پر ہزار روپے بڑھاتے  
ہوئے سبیل مراد کو گھورا۔

"آئیے کیا ہو لیں آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ یہ نہروں کے ساتھ  
سے لگانا نہیں چاہیے، کوئی بدل۔"

"ایک لاکھ روپے۔" سبیل مراد نے ہاتھ پیرائے ہوئے کہا۔  
"ایک لاکھ تیس ہزار روپے۔" دانیال چاہا۔

گریج ہاں میں موجود کئی لوگ نہروں کے دل ٹھکانے سے یہ  
ہولی سن رہے تھے۔ اب تک جو نہروں تمام ہوئے تھے یہ ہولی سنی  
سب سے بڑھ گئی تھی۔ لکھنؤ سیریل میں سبیل مراد نے ساتھ  
نہروں ایک لاکھ روپے میں حاصل کیا تھا اب دونوں طرف سے  
تقریباً چار تھی۔

"ایک لاکھ تیس ہزار روپے۔" سبیل مراد کا خیال تھا کہ  
یہ ہولی سب سے بڑھ ہو جائے گی، مگر جب دانیال نے ایک لاکھ  
چالیس ہزار روپے کا کہا تو اسے حیرت کا بخار لگا تھا۔

"آئیے کیا اب آپ لے چکے نہیں ہیں، ہم نے ساتھ نہروں  
سبیل حاصل کرنا ہے، آپ ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کہہ  
دیں۔" اس نے ہمت کریں۔ "سنی کی بات سن کر سبیل مراد نے  
سب سے پہلے اس پر ہزار روپے کہا تو ہاں میں سرگوشیاں ہوتے  
لگیں۔ دونوں پر ہزار روپے نے غماں کی تھی کہ وہ ہر حال میں ساتھ  
نہروں حاصل کر کے رہیں گے۔"

ایک میں ہزار روپے کی تقریب ہائی چارسی تھی۔ دانیال  
نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ایک لاکھ ستر ہزار روپے۔"  
دانیال نے ایک ہی جھٹکے میں تیس ہزار روپے کا اضافہ کر  
دیا تھا ایک لاکھ ستر ہزار روپے کی ہولی میں سبیل مراد پکڑا  
سا گیا تھا۔ اس کے لیے ساتھ نہروں کا حصول مشکل رہا۔ اس وقت  
اس سے پہلے وہ کوئی مرتبہ بہت آسانی سے ساتھ نہروں  
کرتے ہیں کامیاب ہوا تھا۔ ساتھ نہروں حاصل کرنے کے لیے  
لگائی جاتے وہی ہولی کی رقم جیسے جیسے باقی چارسی تھی۔ ہاں







[illegible][illegible]

تاریخاً آپ صوفی تہذیب کے بانی ہیں۔ آپ نے صوفیوں کو ایک جماعت کے طور پر متعارف کرایا۔ آپ نے صوفیوں کو ایک جماعت کے طور پر متعارف کرایا۔ آپ نے صوفیوں کو ایک جماعت کے طور پر متعارف کرایا۔

”تم اپنی بیوی کی وجہ سے یہ مارتے ہو گئے تیار ہو۔  
اپنے لیاؤں کی یہ بات ہے کہ اس کی جگہ سے لیاؤں کے لیے  
پہنچنے کی باتوں کی طرف سے لیاؤں کی بات۔“

2000

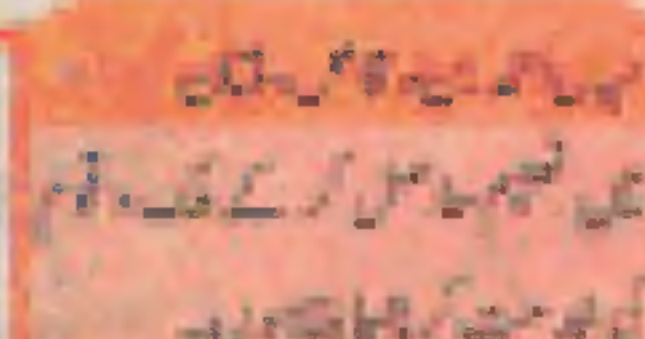
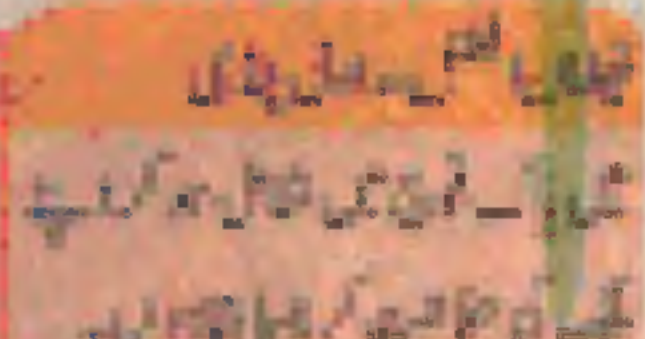
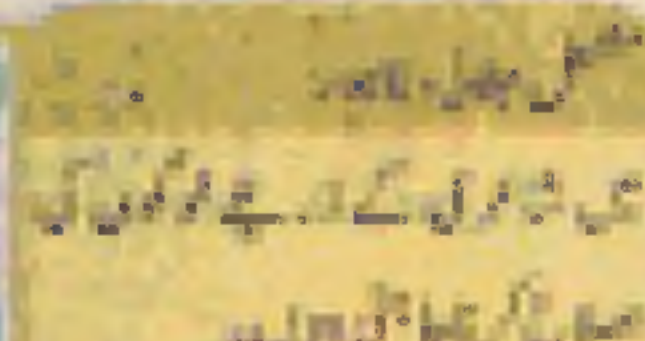
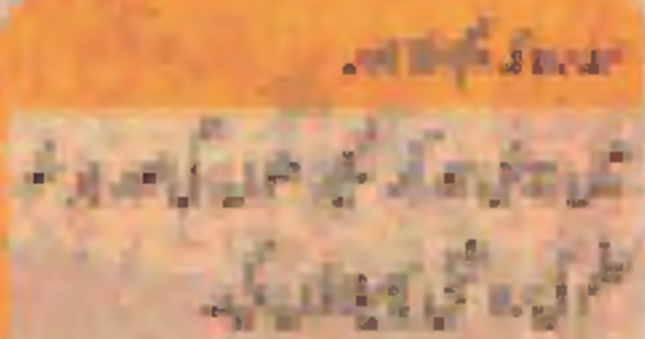
المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

“چند سال بعد چاند پورہ پہنچا۔“

”تجارت پانچ لاکھ سو چوبیس ہزار روپے ہوئی۔“

[illegible]





کے لئے یہ کہ وہ اپنے آپ کو بے اختیار کر دے۔







فرمانِ عالیہ، لاہور۔ (۱۰ ستمبر ۱۹۵۰ء)۔



مکتبہ منورہ اسلام آباد (جلد: 175) - صفحہ: 1



کھوئی گئی (پتہ نام: 100 روپے کی شرح)



پیشہ: طالب علم، محکمہ: تعلیم، (تیسرا ایٹام: 125) - دہلی کا رہنے والا



المجلد الثاني (الجزء الثاني من المجلد)



اسلامی تعلیم و تہذیب کی ترویج کے لیے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارہ کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارہ کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

[illegible]

چلو اب تصویر دیکھائی جائے گی اور یہ تصویریں ہر تصویر کی پشت پر تصور اپنا چہرہ لکھ کر لائیں۔  
پورا پورا لکھ کر اور شکل کے پتیل یا اپنے منہ پر لکھ کر تصویر کو دے کر تصویر ہی نے ہاتھ لگا کر

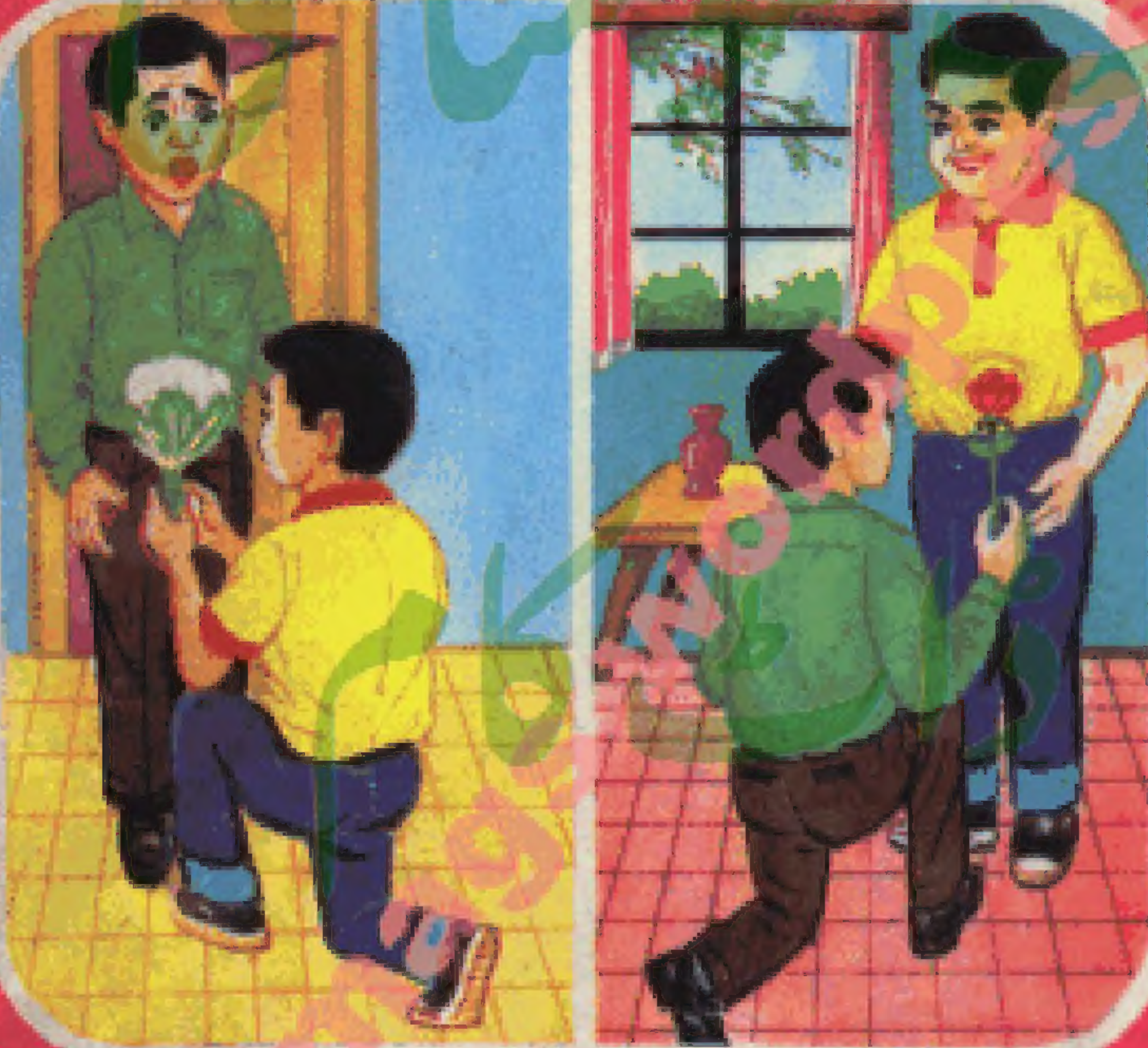
[illegible]

امریکی سائنس دان | امریکی سائنس دان



# بلا عنوان

اسی قصوں کا اچھا سا عنوان تجویز کیجئے اور 500 روپے کی سب کیجئے  
عنوان بیچنے کی آخری تاریخ 10 ستمبر 2011ء ہے۔



اگست 2011ء کے "بلا عنوان کھیلوں" کے لیے جو عنوانات موصول ہوئے، ان میں سے  
مجلس ادارت کو 200 عنوانات پرند آئے اور یہ ساتھی پ ذریعہ قرعہ انداز کی 500 روپے کی سب  
کے انتخابات کے حق دار قرار پائے۔

✽ عید ملنے کا اسٹاک ذرا بہت کے۔ (کلام احمد بھٹی، ملتان)

✽ جند عید، قافلہ ریل۔ (ذریعہ قرعہ حیات خان، چنڈیانی، ملتان)

✽ عید ملو تو ایسے۔ (سید عہد احمد، ایف اے)

✽ عید ملتا تو کوئی تم سے نکلتے۔ (محمد مسیح، کوہاٹ)

✽ عید کی خوشیوں کو لازوال بنانا میرا ہی ہے دلوں کو غلوں۔ (رحیمہ آقا، راول پٹی)





# The Taleem-o-Tarbiat, Lahore

CPL NO. 123 PAKISTAN'S MOST WIDELY READ URDU MAGAZINE FOR CHILDREN OF ALL AGES



Pakistan's Favourite  
**Tomato Ketchup!**



**Paksociety.com**